رائی کا پربت

1

دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس کے بجائے چیتھڑے جھول رہے تھے ...اور دونوں کے ہونٹ ایک دوسرے کے لہو سے سرخ تھے۔ جسے بھی موقع ملتا دوسرے کے جسم پر منہ ضرور مارتا تھا اور دوسرا درد کی شدت سے بلبلا کر اس سے زیادہ درندگی کا مظاہرہ کرتا۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کا گوشت نوچتے رہے۔ ان کے سروں اور داڑھیوں کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔

یہ جدوجہد کافی دیر سے جاری تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو زیر نہیں کر سکا تھا۔ ان کی رائفلیں قریب ہی پڑی ہوئی تھیں۔ اکثر وہ لڑتے لڑتے رائفلوں کی طرف بھی ہاتھ بڑھانا چاہتے لیکن کامیابی نہ ہوتی۔

ان کے چاروں طرف اونچی اونچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر ایک تیز نالہ پتھروں سے ٹکرا کر جھاگ اڑاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ ان کے سروں پر دو عقاب منڈلا رہے تھے کبھی ان عقابوں کی تیز چیخیں دور تک بناتے میں لہراتی چلی جاتیں۔

وہ خونخوار کتوں کی طرح غراتے ہوئے ایک دوسرے کو بھنبھوڑتے رہے پہاڑی نالہ چٹانوں کو جھنجھوڑتا ہوا بہتا رہا اور عقاب فضا میں چیختے رہے۔ دفعتاً ان میں سے ایک لڑکھڑا کر گرا اور دوسرے نے جھپٹ کر رائفل اٹھالی۔ پھر گرے ہوئے آدمی کو اٹھنے کی مہلت نہ مل سکی۔ البتہ اس کی چیخیں فضا میں گونجتی رہیں۔ دوسرا آدمی اس کے سر پر پاگلوں کی طرح رائفل کا کندہ مار رہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس رائفل کے کندے سے کوئی چٹان توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ذرا ہی سی دیر میں گرے ہوئے آدمی کا چہرہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گیا۔ وہ پتہ نہیں کب کا ٹھنڈا ہو چکا تھا لیکن اب بھی رائفل کا کندہ اسی زور و شور کے ساتھ اس کا لہو چاٹ رہا تھا۔

آخر کار دوسرا وحشی بھی رائفل پھینک اس طرح گر پڑا جیسے کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

پہاڑی نالہ اب بھی انہیں ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ بہہ رہا تھا اور عقاب فضا میں چکرا رہے تھے۔

دوسرا آدمی ایک چٹان پر پڑا ہانپتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے پھٹی ہوئی آستین سے اپنے ہونٹ صاف کئے اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ زمین پر ٹکے ہوئے کانپ رہے تھے۔ وہ بدقت تمام اٹھا اور لاش کی تلاشی لینے لگا۔

دفعتاً اُس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ اسے خوشی کا نعرہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ مگر شاید اس میں ایک کراہ بھی شامل تھی۔

وہ پیتل کی اس ننھی سی توپ کو ہتھیلی پر رکھے حیرت سے دیکھ رہا تھا جو مرنے والے کے شکستہ کوٹ کی جیب سے برآمد ہوئی تھی۔ اس توپ کی لمبائی زیادہ سے زیادہ تین انچ رہی ہوگی۔

وہ اسے اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی بڑے خزانے کی کنجی ہاتھ آگئی ہو۔

شاید وہ بے حد خوش تھا اتنا خوش کہ اپنے جسم کے زخم بھی یاد نہ رہے تھے۔ وہ تھکن بھی یاد نہیں رہی تھی۔ جس نے کچھ دیر پہلے اسے زمین سے اٹھنے نہیں دیا تھا۔

توپ اس نے اپنے پھٹے ہوئے کوٹ کی جیب میں ڈالی اور لاش کو کھینچتا ہوا نالے کی طرف لے جانے لگا۔ مگر کچھ دور چلنے کے بعد رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں تفکر کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ لاش کو وہیں چھوڑ کر نالے کی طرف جا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک وہ اپنے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیتا رہا۔ اب اسے صحیح معنوں میں تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے پیاس بھر پانی پی لیا تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ جائے گا۔

وہ اٹھا اور ایک طرف چل پڑا۔ اس کی رائفل کاندھے سے لٹک رہی تھی۔ وہ چل تو رہا تھا مگر چال میں ایسی لڑکھڑاہٹ تھی جیسے برسوں صاحب فراش رہنے کے بعد آزمائشی طور پر چلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ لڑائی ایسی ہی تھی جس نے اس کے کس بل نکال دیئے تھے۔ جدوجہد کے دوران میں اسے یقین نہیں تھا کہ وہ حریف پر غالب آجائے گا۔ لیکن وہ اتفاقاً ٹھوکر کھا کر گرا تھا اور پھر اس نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ اب بھی اس کی قوت یاد کر کے کانپ جاتا تھا وہ چلتے چلتے ایک غار کے سامنے رکا۔

یہیں سے اس جنگ کا آغاز ہوا تھا۔ حریف نے اسی غار کے دہانے سے اسے للکارا تھا اور یہ للکار بھی عجیب تھی۔ وہ ''پربت، پربت'' چیخ رہا تھا اور پھر اس کے بعد اس نے اس کی زبان سے کوئی دوسرا لفظ نہیں سنا تھا۔ وہ خاموشی سے لڑتا رہا تھا اور خاموشی سے مر گیا تھا۔ للکارنے کے بعد اس نے اس پر فائر کیا تھا۔ لیکن وہ بھی اناڑی نہیں تھا۔ بچ ہی گیا۔ پھر دونوں چٹانوں کی اوٹ لے کر کافی دیر تک ایک دوسرے پر فائر کرتے رہے تھے۔ یہ پسپا ہوتا رہا تھا اور وہ اس کا تعاقب کرتا ہوا اس جگہ آ پہنچا تھا جہاں دونوں دست بدست جنگ پر مجبور ہو گئے تھے کیونکہ دونوں ہی کے راؤنڈز ختم ہو گئے تھے۔

فاتح غار کے دہانے پر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اندر داخل ہو گیا۔ چاروں طرف تاریکی تھی پتہ نہیں حقیقتاً تاریکی تھی یا اندھیرے کی عادی نہ ہونے کی بنا پر آنکھوں نے تھوڑی سی دھندلاہٹ کو بھی تاریکی میں تبدیل کر دیا تھا اس نے جیب

سے دیا سلائی نکال کر جلائی ہلکی سی روشنی تھوڑی دور تک پھیلی پھر وہ دیا سلائیاں کھینچتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

آخر ایک جگہ اسے رک ہی جانا پڑا کیونکہ اسے یہاں کھانے پینے کے کچھ برتن نظر آئے تھے وہیں ایک آئل اسٹو بھی تھا اور پتھر کے ایک بڑے ٹکڑے پر موم شمع نظر آ رہی تھی۔ اس نے اسے روشن کر دیا اب وہ بآسانی گردو پیش کا جائزہ لے سکتا تھا۔ ایک گوشے میں ایک گٹھری سی نظر آئی۔

اس نے آگے بڑھ کر اسے کھول ڈالا۔ اس میں دو تین قمیصیں تھیں ایک ڈبہ تمباکو کا تھا اور کچھ کاغذات۔ کاغذات کو اس نے الٹ پلٹ کر دیکھا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ٹھونس لیا۔

پھر غار میں جہاں جہاں بھی پیر جمانے کی جگہ نظر آتی اس نے اس کا جائزہ ضرور لیا۔ کچھ دیر بعد وہ اس غار سے نکل کر ایک طرف چل پڑا۔

2

جھرگ نار کی شکار گاہ آج کل کافی آباد تھی، جگہ جگہ خیمے ایستادہ نظر آتے تھے اور اکثر مختلف قسم کے سازوں کی آوازیں ان سے بلند ہونے لگتی تھیں۔ بعض شکاریوں کے پاس ریڈیو سیٹ بھی تھے۔

جھرگ نار کے جنگل میں آج کل ہر وقت منگل رہتا تھا۔ اِدھر ترائی میں تو ہر وقت فضا میں نغمات اور قہقہے چکراتے رہتے۔ لیکن شمال کی جانب چڑھائی پر دن بھر رائفلوں کی آوازیں گونجتی رہتیں۔ نیچے اتنے زیادہ گھنے جنگل نہیں ہیں جتنے چڑھائی پر ملتے ہیں۔ جتنی زیادہ بلندی پر جایئے اتنے ہی زیادہ دشوار گذار جنگلوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

جھرگ نار تو بڑی پُر فضا جگہ ہے۔ ہر وقت سرد ہوا چلتی رہتی ہے اور طبیعت اتنی ہلکی رہتی ہے جیسے پھیپھڑوں کو عرصے سے ایسی ہی ہوا کی تلاش رہی ہو۔ اس میں جنگلی پھولوں کی بھینی بھینی سی مہک بھی شامل ہوتی ہے۔ یہاں اکثر من چلے شکاری اپنے ساتھ عورتیں بھی لاتے ہیں۔

لیکن جولیا نافٹز واٹر کسی منچلے شکاری کی محبوبہ نہ ہوتے ہوئے بھی آئی تھی۔ ایک خیمے میں فروکش تھی اور اس کے خیمے کے گرد سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کے خیمے تھے۔ ان میں سے صرف صفدر غائب تھا۔

یہاں ان کی آمد کا مقصد سیر و شکار تو قطعی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ایکسٹو کے حکم سے یہاں آئے تھے۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس نے انہیں وہاں شکار ہی کھیلنے کا مشورہ دیا ہو۔ بہر حال انہیں اس وقت تک جھرگ نار میں مقیم رہنا تھا جب تک کہ ایکسٹو واپسی کا حکم نہ دیتا۔

جولیا الجھن میں تھی وہ دن میں کئی بار ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے گفتگو کرتی لیکن وہ صرف ان لوگوں کی خیریت پوچھتا تھا اور خوش رہنے کا مشورہ دے کر سلسلہ منقطع کر دیتا تھا۔

ان کے پاس مخصوص ساخت کے ٹرانسمیٹر تھے جن سے منتشر ہونے والی آواز صرف اسی قسم کے ٹرانسمیٹر میں سنی جا سکتی تھی۔

جولیا دن بھر ٹینٹ میں گھسی بیٹھی رہتی اور اس کے دوسرے ساتھی چڑھائی پر شکار کھیلتے پھرتے۔ انہوں نے بھی سوچا تھا چلو اچھا ہی ہے فرصت کا جو لمحہ ہاتھ آئے غنیمت ہے انہیں اس کی قطعی پرواہ نہیں تھی کہ ان کے یہاں آنے کا اصل مقصد کیا تھا۔

البتہ جولیا نا الجھن میں مبتلا تھی۔ الجھن دراصل اس بات کی تھی کہ دوسرے شکاری اسے دیکھ کر ہنستے تھے کیونکہ اس کی پوزیشن مضحکہ خیز بھی تھی۔ پانچ مردوں میں ایک عورت۔ جولیا اپنے لئے ان کی طنز آمیز مسکراہٹ دیکھتی اور دل ہی دل میں کباب ہوتی رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اسی خیمے تک محدود ہو جانا پڑا تھا ورنہ جھرگ نار کی فضا ایسی نہیں تھی کہ کوئی گوشہ نشین ہو سکتا باہر زندگی اپنی تمام رعنائیوں سمیت رواں دواں تھی۔ لیکن جولیا خود کو برسوں کی بیمار محسوس کرنے لگی تھی۔ خواہ مخواہ احساس کمتری...! وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اسے یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ خیمے کے دروازے کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ باہر حد نظر تک ہرے بھرے درخت نظر آ رہے تھے اور ان کی چوٹیوں پر چیلیں منڈلا رہی تھیں۔

دفعتاً ایک گوشے میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور جولیا خیمے کے در کا پردہ گرا کر اس کی طرف جھپٹی... بڑی تیزی سے ہیڈ فون کانوں پر فٹ کئے۔

''ہیلو... جولیا... جولیا...'' آواز آ رہی تھی۔ ''ٹو تھری فور... جولیا... ہیلو... جولیا''۔

''جولیا اسپیکنگ''۔ جولیا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''ایکس ٹو''۔

''یس سر''

''یہ بہت بُری بات ہے کہ تم اس خیمے میں قید ہو کر رہ گئی ہو''۔

جولیا کا پارہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے دانت پیس کر کہا۔ ''میں اسی خیمے میں دفن ہونا چاہتی ہوں''۔

''وہاں اتنی دور... تمہیں اپنی یہ خواہش یہیں ظاہر کرنی تھی''۔ ایکس ٹو کا لہجہ بہت سرد تھا۔

''میں یہاں لوگوں سے آنکھیں ملاتی ہوئی شرماتی ہوں وہ مجھ پر ہنستے ہیں مجھے حقیر سمجھتے ہیں''۔

''کیوں؟''

''کیا آپ نہیں جانتے کہ یہاں کیسی عورتیں آتی ہیں''۔

''میں جانتا ہوں۔ پھر''۔

''مجھے یہ پسند نہیں ہے''۔

''اچھا...'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''کیا تم ہالینڈ کی ملکہ بننا پسند کرو گی''۔

''میرا مضحکہ نہ اڑایئے جناب''۔

''جولیا! اگر تمہیں یہ ملازمت پسند نہیں ہے تو میں ہر وقت تمہارے استعفے کا استقبال کرنے کو تیار ہوں''۔

جولیا پھر دانت پیس کر رہ گئی۔

"ہیلو..." دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس سر۔"

"میں نے کیا کہا ہے"۔

"کیا آپ نہیں سوچ سکتے کہ میں کس پوزیشن میں ہوں"۔

"تم بہت اچھی پوزیشن میں ہو۔ سوائے اس کے کہ کچھ لوگ تمہارے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا رہیں۔ کیونکہ تمہیں اسی حیثیت سے ایک کام کرنا ہے"۔

"اسی حیثیت سے"۔ جولیا کی آواز کانپ گئی۔

"ہاں اسی حیثیت سے"۔ مجھے دراصل اپنے ماتحتوں میں ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی جو بظاہر عورت لیکن بباطن مرد ہو۔ کیا میں سمجھ لوں کہ میرا انتخاب غلط تھا"۔

"ن... نہیں... ٹھہریئے۔ مجھے کیا کرنا ہوگا"۔

"فی الحال تم خیمے سے باہر نکلو۔ دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پچھلی رات جب ایک شکاری نے اپنے جلسے میں تم سب کو مدعو کیا تھا تو تم وہاں نہیں گئی تھیں"۔

"جی ہاں! میں نہیں گئی تھی"۔

"اب تم جاؤ گی۔ سمجھیں! کیا تم خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتیں"۔

"کر سکتی ہوں"۔

"پھر اس کی پروا نہ کرو کہ لوگ تمہیں کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ اس پر نظر رکھو کہ تم کیا ہو۔ کیا میرے دوسرے ماتحتوں تک تم ہی پیغامات نہیں پہنچاتیں اب وہاں بھی تم ہی ان کی انچارج ہو"۔

جولیا کچھ نہ بولی۔

"ہیلو"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس سر"۔

"مجھے توقع ہے کہ اب تم خیمے ہی تک محدود نہ رہو گی"۔

جولیا کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی پتہ نہیں اس نے "ہاں" کہا تھا۔ یا "نہیں"

بہر حال دوسری طرف سے آواز آنی بند ہوگئی۔

☆☆

بلیک زیرو بھی جھرگ ناہی میں مقیم تھا۔ لیکن سیکرٹ سروس کے ممبر اس کی شخصیت سے واقف نہیں تھے اسے

صرف عمران ہی جانتا تھا اور بلیک زیرو بھی جانتا تھا کہ ایکسٹو کون ہے۔

شکارگاہ میں وہ تنہا تھا لیکن اس نے اپنا خیمہ دوسروں سے الگ نصب نہیں کیا تھا۔ وہ دوسرے شکاریوں سے ملتا جلتا بھی تھا اور ان کی محبوباؤں کو ایسی نظروں سے دیکھتا تھا جیسے اسے اپنی تنہائی پر رونا آتا ہو۔ لیکن وہ ایک شاندار ایکٹر تھا بعض اوقات اس کی اداکاری بھی حقیقت ہی معلوم ہونے لگتی تھی۔ ورنہ وہ اگر عورتوں کا شائق ہوتا تو عمران کی نظر انتخاب اس پر ہرگز نہ پڑتی۔

اس وقت وہ آج کے شکار کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے خیمے کے در کا پردہ گرا دیا اور کانوں پر ہیڈفون چڑھاتا ہوا بولا۔

"ہیلو"۔

"بلیک زیرو"۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور اس نے آواز پہچان لی۔

دوسری طرف سے بولنے والا عمران ہی تھا۔

"بلیک زیرو"۔ دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔

"یس سر۔ بلیک زیرو اسپیکنگ"۔

"میں بھی اپنی سیکرٹری سمیت آرہا ہوں۔ ایک خیمے کا انتظام کرو"۔

"بہت بہتر جناب"۔ بلیک زیرو خوش ہو کر بولا۔ "ابھی ٹھیکیدار کے پاس بہت سے خیمے فالتو ہیں۔ مگر آپ کب تشریف لا رہے ہیں"۔

"کل شام تک پہنچ جاؤں گا"۔

"بہت بہتر جناب۔ میں ابھی تک ان لوگوں کو نہیں پہچان سکا"۔

"فکر مت کرو"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

بلیک زیرو حقیقتاً خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے اب شکار پر جانا ملتوی کر دیا۔ وہ آج ہی عمران کے لئے خیمہ نصب کرا دینا چاہتا تھا۔

یہاں خیمے بہت آسانی سے مل جاتے تھے شکار کے سیزن میں جنگلات کے ٹھیکیداروں کو خیمے کرائے پر دینے کے سلسلہ میں خاصی آمدنی ہو جاتی تھی۔ اس لئے شکار کا سیزن شروع ہوتے ہی وہ یہاں خیمے اسٹاک کرنے لگتے تھے۔

3

تنویر، چوہان، کیپٹن خاور، لیفٹیننٹ صدیقی اور سارجنٹ نعمانی ساتھ ہی شکار کے لئے نکلے تھے۔

خاور کے علاوہ اور سب بہت اچھے موڈ میں تھے اور خوب چہک رہے تھے۔ خاور کا موڈ بھی خراب تو نہیں کہا جاسکتا تھا مگر وہ خاموش تھا۔ کبھی کبھی ان کی طرف بھی متوجہ ہو جاتا تھا اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگتی۔

اس کے ساتھیوں کو اس خاموشی پر حیرت بھی نہیں تھی کیونکہ خاور ویسے بھی کم سخن آدمی تھا۔

مگر اس وقت تو وہ الجھن ہی میں تھا۔ خاموشی کی وجہ اس کی کم سخنی نہیں تھی۔

جب وہ شکار کے لئے تیاری کر رہا تھا تو اسے ٹرانسمیٹر پر ایکس ٹو کا ایک پُر اسرار پیغام ملا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ آج اپنے ساتھیوں کو شکار کے لئے ایک مخصوص مقام پر لے جائے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ایک پہاڑی نالہ شمال مشرق کی پہاڑیوں سے آکر جھرگ نار کی طرف مڑا تھا۔

خیر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہدایت یہ تھی کہ خاور اپنے ساتھ شیونگ کا سامان اور ایک عدد سوٹ مع قمیص بھی لے جائے لیکن اس کی غرض اور غایت نہیں بتائی گئی تھی۔ خاور ایکسٹو کے احکام کی تعمیل بے چوں چرا کرتا تھا... اور اس کی خواہش تھی کہ اس کے دوسرے ساتھی بھی یہی کیا کریں وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایکسٹو کے اس حکم کا تذکرہ ان سے کر دیا تو سب مل کر اس کا دماغ چاٹ ڈالیں گے اور کام کا وقت قیاس آرائیوں کی نذر ہو جائے گا لہٰذا وہ صرف انہیں نالے کے موڑ کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ ادھر چیتل بکثرت ملتے ہیں۔ لہٰذا آج ادھر بھی دیکھا جائے۔

وہ نالے کے موڑ پر پہنچ کر رک گئے۔ یہ بھی بڑا عجیب وغریب خطہ تھا۔ نالے کے موڑ سے جنگلوں کا سلسلہ اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے کسی رنگین کپڑے میں سفید پیوند لگا دیا جائے۔ نالے کی دوسری جانب خشک اور بھورے رنگ کی دشوار گذار پہاڑیاں تھیں اور ان کا سلسلہ شمال مشرق میں صدہا میل تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ گویا وہ نالہ ہرے بھرے پہاڑوں اور خشک پہاڑوں کے درمیان ایک قدرتی حد بناتا تھا۔

''خاور...'' تنویر نے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا تم اس نالے کا پانی پینے کے لئے یہاں آئے تھے''۔

''یہاں شکار کہاں ہے''۔

''اوہ...وہ'' خاور نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''میں نے سوچا تھا ممکن ہے چیتل یہاں پانی پینے کے لئے آتے ہوں''۔

تنویر نے اس طرح آنکھیں پھاڑ کر خاور کو دیکھا جیسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ ہو۔ جیسے خاور کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس کی زبان سے اس قسم کے بچکانہ جملے غیر متوقع تھے۔ خاور عام حالات میں ایک سنجیدہ اور فلسفی قسم کا آدمی ثابت ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ جملہ اس کے ساتھیوں نے حیرت سے سنا۔

''تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھے''۔ خاور نے ہنس کر کہا۔

''کچھ نہیں''۔ تنویر بدستور اسے گھورتا ہوا بولا۔ ''تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو''۔

''اگر ہم کچھ دیر یہاں بیٹھیں تو کیا حرج ہے''۔ خاور نے کہا۔

''نہیں ہم یہاں نہیں بیٹھیں گے''۔

''تمہاری مرضی''۔ خاور لاپروائی سے بولا۔ ''میں تو بیٹھوں گا''۔

''آخر بات کیا ہے''۔ چوہان نے پوچھا۔

''ایکسٹو کا حکم''۔

''تنویر نے ایک طویل سانس لی اور بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا پھر کچھ دیر بعد غصیلے لہجے میں بولا۔

''ہم لوگ بالکل کتے کے پلوں کی طرح اس کے پیچھے دم ہلاتے ہوئے چل رہے ہیں''۔

''آفیسر ہی ٹھہرا''۔ خاور کا جواب تھا۔

''آفیسر''۔ تنویر دانت پیس کر رہ گیا۔

''کیوں کیا تمہیں اس کے آفیسر ہونے سے انکار ہے''۔ خاور مسکرایا۔

''وہ آفیسر سے بھی زیادہ کچھ اور ہے''۔ تنویر نفرت انگیز لہجے میں بولا۔

''کوئی بُری روح جو ہم سے چمٹ گئی ہے''۔

''جعفری اور رنا شاد کا پیچھا تو چھوٹ گیا اس بُری روح سے''۔ خاور نے کہا۔ ''تم اگر چاہو تو تم بھی گلو خلاصی کرا سکتے ہو''۔

''یار تم نہیں سمجھے''۔ چوہان آنکھ مار کر بولا۔ ''یہ سو فیصد عورت کا قصہ ہے''۔

''بے کار بکواس مت کرو''۔ تنویر چڑ گیا۔

''اگر تم...'' چوہان خاور سے کہتا رہا۔ ''کسی عورت کے چکر میں پڑ جاؤ لیکن عورت کسی اور کے چکر میں ہو تو اس کسی اور کے لئے تمہارے پاس گالیوں کے علاوہ اور کیا ہوگا''۔

''آہا...وہ ایکس ٹو کے چکر میں ہے''۔ خاور مسکرایا۔

''سو فیصدی'' چوہان نے کہا۔ ''وہ اسی فکر میں رہا کرتی ہے کہ کسی طرح ایکسٹو کی شخصیت سے واقف ہو جائے''۔

''تم نہیں بند کرو گے بکواس''۔ تنویر کو باقاعدہ طور پر غصہ آ گیا۔

''اوہو''۔ یک بیک خاور اچھل کھڑا ہو گیا۔

سامنے کے ایک تنگ درے سے ایک شکستہ حال آدمی لنگڑاتا ہوا نکلا تھا اور ہاتھ ہلاتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے جسم پر لباس کے بجائے چیتھڑے جھول رہے تھے کاندھے سے رائفل لٹکی ہوئی تھی۔ سر اور داڑھی کے بال اس طرح بڑھے ہوئے تھے کہ وہ پتھر کے زمانے کا کوئی آدمی معلوم ہو رہا تھا۔

نالے کے کنارے پہنچ کر اس نے شانے سے رائفل اتار دی اور اس کا کندہ پانی میں ڈال دیا۔ پھر وہ اسی طرح گہرائی کا اندازہ کرتا ہوا نالا پار کرنے لگا کبھی کبھی اس کے قدم لڑکھڑا بھی جاتے تھے۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح سنبھل ہی جاتا تھا۔

''اوہ۔ ارے...'' دفعتاً خاور بولا۔ یہ تو صفدر ہے''۔

ساتھ ہی وہ نالے کی طرف جھپٹا اور اسے سہارا دینے کے لئے پانی میں اتر گیا۔ یہاں بہاؤ میں زور نہیں تھا۔ ورنہ

شائد صفدر ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔

''وہ خاور کا سہارا لے کر بڑبڑایا۔ ''مجھے مضبوطی سے پکڑو اب مجھ میں سکت نہیں رہ گئی۔ میں بہت تھک گیا ہوں''۔

''تم اپنا بوجھ مجھ پر ڈال دو... بالکل فکر نہ کرو''۔ خاور نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ اسے کنارے لایا اور صفدر بے دم ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کا جسم بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔ وہ سب اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ انہیں اسے اس حال میں دیکھ کر حیرت ہوئی تھی کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ صفدر دو ماہ کی رخصت پر ہے۔ آج سے ایک ماہ پہلے اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

''مگر مجھے ایکس ٹو نے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں کپڑے لے جاؤں''۔ خاور بڑبڑایا۔ ''شیونگ کا سامان کیوں لے جاؤں۔ بس یہ کہا تھا کہ تم لوگ اس وقت تک وہاں ٹھہرنا جب تک کوئی خاص واقعہ پیش نہ آجائے۔ اگر میں پہلے ہی تم لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیتا تو تم یہی سمجھتے کہ میں مذاق کر رہا ہوں یا میرا دماغ الٹ گیا ہے''۔

کوئی کچھ نہ بولا وہ سب صفدر کو تشویش کن نظروں سے دیکھ رہے تھے اور صفدر آنکھیں بند کئے گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''اسے اٹھاؤ۔ لے چلیں''۔ تنویر آہستہ سے بولا۔

''یوں نہیں۔ سب سے پہلے شیو کرنا ضروری ہے اور لباس کی تبدیلی...'' خاور نے کہا۔

''کہیں سچ مچ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا''۔ تنویر بولا۔

''آہا... پھر ایکسٹو نے لباس اور شیونگ کے سامان کے لئے کیوں تاکید کی تھی''۔

''اس کا بھی دماغ چل گیا ہوگا''۔

''اسی لئے اس نے اس کام کے لئے مجھے منتخب کیا تھا''۔ خاور مسکرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ ''اب مجھے اس کی حالت درست کرنی چاہئے''۔

ان لوگوں کے ہنسنے اور مسکرانے کی پرواہ نہ کر کے خاور نے اس کا شیو بنایا اور پھر چوہان کی مدد سے اس کا لباس تبدیل کر دیا۔ صفدر ہوش ہی میں تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں البتہ وہ کچھ بول نہیں رہا تھا۔ لیکن جب تنویر نے وہ پوٹلی کھولنی چاہی جو اس کے سینے پر بندھی ہوئی تھی تو وہ بول پڑا۔ ''نہیں اسے مت کھولو''۔

''کیوں''۔

''نہیں!'' صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں اس حالت میں بھی ہر اس شخص کو سزا دے سکتا ہوں جو ایکس ٹو کی حکم عدولی کرنے کی ہمت کرے۔ یہ ایکسٹو کا حکم ہے کہ اس پوٹلی کی چیزیں عمران کے علاوہ اور کسی کو نہ دکھائی جائیں''۔

''اوہ...'' تنویر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''مگر عمران یہاں ہے کہاں''۔ چوہان نے کہا۔

''میں اس کی تلاش میں بوڑھا ہو سکتا ہوں لیکن ایکسٹو کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے اس مسئلہ پر دکھ نہ

پہنچاؤ ہو سکتا ہے میں آج ہی مر جاؤں اس صورت میں حکم ملا ہے کہ یہ پوٹلی خاور کے سپرد کی جائے اور انہیں بھی یہی ہدایت کر دی جائے کہ وہ اسے عمران کے علاوہ اور کسی کو نہ دیں''۔

''مگر یہ تمہارے جسم پر زخم کیسے ہیں''۔ خاور نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ ''یہ صرف دانتوں کے ہی نشانات ہو سکتے ہیں''۔

''پھر اطمینان سے بتاؤں گا مجھ سے بولا نہیں جا رہا تھا''۔ صفدر نے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں سے دبا لیا۔

وہ لوگ اسے وہاں سے لے جانے کی تیاری کرنے لگے۔

4

دوسرے دن شام تک عمران اور روشی جھرگ نار پہنچ گئے۔ وہ جمال پور تک ہوائی جہاز سے آئے تھے اور جمال پور سے یہاں تک کا سفر لاری سے کرنا پڑا تھا۔

بلیک زیرو کو علم تھا کہ اس کی سیکریٹری روشی اس کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ لہٰذا اس نے دو خیموں کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ ایک ہی خیمے میں دو بستروں کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ خیمے تک پہنچانے کے بعد بلیک زیرو عمران کی ہدایت کے مطابق ان سے الگ ہو گیا اور اب بظاہر ان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا تھا۔

روشی کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ عمران یہاں کیوں آیا ہے۔ دارالحکومت سے روانگی کے وقت اس نے روشی سے کہا تھا کہ وہ اپنی خالہ کی سالگرہ میں شرکت کے لئے جمال پور جا رہا ہے لہٰذا اگر وہ بھی اس کے ساتھ چلنا چاہے تو اسے خوشی ہوگی۔ روشی نے یہ تجویز بے چوں و چرا مان لی تھی۔ بلکہ اسے اس پر خوشی بھی ہوئی کہ عمران اسے اپنے اعزا سے ملانا پسند کرتا ہے اس کی عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ عمران کے قریبی عزیزوں سے بھی ملے۔

لیکن جمال پور کے ہوائی اڈے سے عمران نے کسی سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی خالہ نے جھرگ نار کے جنگلات کا ٹھیکہ لے لیا ہے اس لئے سالگرہ کا جشن وہیں برپا ہوگا اس بے تکی... پر روشی نے اسے اتنی صلواتیں سنائی تھیں کہ عمران انگلیوں پر ان کا شمار کرنے سے قاصر رہا تھا۔

بلیک زیرو کے رخصت ہوتے ہی روشی اس پر جھپٹ پڑی۔

''تم اس طرح مجھے اُلّو کیوں بنایا کرتے ہو''۔

''اوہ... سنو تو سہی ایک بار تم نے کہا تھا کہ تم بارہ سنگھے پر بیٹھ کر ہاتھی کا شکار کر سکتی ہو''۔

''اب خیریت اسی میں ہے کہ یہاں اس طرح لانے کی وجہ بتا دو، ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا''۔

''کیا تمہیں لا کر بھی پچھتانا ہی پڑے گا''۔ عمران نے مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔

اور روشی اسے اس طرح گھورنے لگی جیسے کچا چبا جائے گی۔ غالباً وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔

عمران نے صندوق سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ روشی خاموشی سے دیکھتی رہی۔

''ہیلو...جولیا...جولیانا...فنٹرواٹر...'' عمران کہہ رہا تھا ''ہیلو...یس...عمران جھرگ نار پہنچ گیا ہے...اگر صفدر کی حالت بہتر ہو تو اسے عمران کے خیمے میں بھیج دو۔'' اوور اینڈ آل''۔

عمران نے ہیڈ فون اتار دیئے اور روشی آنکھیں نکال کر بولی۔ ''تو یہ کہو جولیا بھی یہیں ہے اور شاید تمہارے دوسرے ماتحت بھی ہوں؟ کیا معاملہ ہے''۔

''وہ سب شکار کھیل رہے ہیں''۔ عمران مسکرا کر بولا۔ ''ایکسٹو کی پوری ٹیم شکار کھیلے گی''۔

''کیا قصہ ہے''۔

''قصہ یہ ہے کہ جب حاتم طائی شہزادہ شتر بے مہار چڑیا کوٹی کو گورداسپور کا گڑ کھلا چکا تھا تو...''

''بس بس...'' روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''جہنم میں جاؤ میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ لیکن کان کھول کر سن لو...کہ...''

''ایک منٹ''۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر اپنے دونوں کان اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ ''کان تو کھول لینے دو پھر آگے سنانا''۔

''کچھ نہیں...اچھی بات ہے''۔ روشی سر ہلا کر بولی۔ ''میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں تمہارے لئے کوئی کام نہ کروں گی''۔

''نہیں...اتنا کام ضرور کرو کہ...ہپ...ٹھہرو...''

اس نے دوبارہ ہیڈ فون کان پر چڑھائے اور بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اپنے خیمے کا محل وقوع معلوم کیا اور پھر جولیانا فنٹرواٹر کو مخاطب کر کے بتایا کہ وہ صفدر کو کہاں بھیجے۔ اس دوران میں روشی اسے گھورتی رہی تھی۔ لیکن جیسے ہی عمران ٹرانسمیٹر کو صندوق میں بند کر کے اس کی طرف مڑا اس کے چہرے سے لاپروائی اور بے تعلقی ظاہر ہونے لگی۔

عمران نے بھی اسے نہیں چھیڑا۔ شاید اس وقت خود بھی خاموش رہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد روشی نے اس کے چہرے پر گہرے تفکرات کے آثار دیکھے تقریباً آدھے گھنٹے بعد صفدر خیمے کے در پر نظر آیا۔ وہ تنہا تھا عمران اس طرح ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف دوڑا جیسے یہ ملاقات بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی ہو۔ صفدر نے البتہ کسی قسم کی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ ذہنی اور جسمانی کسل پر کوئی جذبہ حاوی ہو سکتا۔ وہ بید کی کرسی میں گر گیا۔

''میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکوں گا عمران صاحب''۔ صفدر نے کمزور آواز میں کہا۔

''اوہ اچھا ٹھیک ہے''۔ عمران نے روشی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''تم ذرا دیکھو میں نے سامنے والے سمیر کے درخت پر ایک بندر دیکھا تھا مگر یہاں بندر نہیں پائے جاتے...میں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بندر نہیں تھا''۔

''یقین کر لو کہ وہ بندر نہیں تھا''۔ روشی اڑ گئی۔ وہ باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔

''کیسے یقین کر لوں...تم جا کر دیکھ آؤ نا...شاباش''۔

روشی اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔

''آپ بیمار معلوم ہوتے ہیں مسٹر صفدر...'' عمران نے آہستہ سے کہا۔

''بہت زیادہ عمران صاحب''۔ صفدر کمزور آواز میں بولا۔ ''میرے خدا میں نے ایک ماہ تک جانوروں کی طرح زندگی بسر کی ہے۔ ہاں ٹھہریئے کیا آپ کو مکمل رپورٹ دینی پڑے گی''۔

''نہیں مجھے رپورٹ سے کوئی سروکار نہیں''۔ عمران بولا۔ ''مجھ سے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ جو کچھ آپ مجھے دیں اسے احتیاط سے رکھ لوں''۔

صفدر نے ادھر ادھر دیکھ کر کچھ کاغذات اور پیتل کی ایک ننھی سی توپ جیب سے نکالی اور عمران کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''اب آج رات میں سکون سے سو سکوں گا''۔

عمران نے کاغذات یا توپ کا جائزہ لئے بغیر انہیں جیب میں ٹھونس لیا۔ وہ صفدر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''اب مجھے اجازت دیجئے''۔ صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''کیا آپ کو علم ہے کہ ہم سب یہیں موجود ہیں''۔

''اوہ'' عمران اس طرح چونکا جیسے یہ اطلاع اس کے لئے بالکل نئی اور حیرت انگیز رہی ہو۔ پھر مسکرا کر پوچھا۔

''کیا وہ بھی ہے...یعنی کہ...وہ...''۔

''جولیا'' صفدر مسکرایا۔

''آہا...پتہ نہیں کیوں میں اس کا نام ہمیشہ بھول جاتا ہوں۔ لیکن کیا وہ شکار کھیلنے آتی ہے''۔

''پتہ نہیں۔ ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ وہ یہاں کیوں بھیجے گئے ہیں''۔

''گڈ، یہ ایکس ٹو بھی مجھے پاگل معلوم ہوتا ہے''۔

''مجھے تو یہ طریقۂ کار بے حد پسند ہے''۔ صفدر نے سر ہلا کر کہا۔

''شاید آپ بھی کافی دنوں تک دھکے کھاتے رہے ہیں''۔ عمران مسکرا کر بولا۔

''کچھ بھی ہو۔ مجھے بہرحال بہت شاندار آفیسر ملا ہے اور میں ایسے ہی آفیسروں کے تحت کام بھی کر سکتا ہوں''۔

''خدا رحم کرے آپ کے حال پر۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے دوسرے ساتھی آپ سے خوش نہ ہوں گے مسٹر صفدر''۔

''مجھے ان کی پرواہ کب ہے۔ میں صرف کام کرنے کے لئے یہاں ہوں''۔

''خدا آپ کے حال پر مزید رحم کرے''۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''اگر آپ کی مستعدی کا یہی عالم رہا تو ایکس ٹو آپ کی ہڈیوں تک کا پسینہ نکال لے گا''۔

''پسینہ مردوں کا سنگھار ہے...عمران صاحب''۔ صفدر مسکرایا۔

''خدا آپ کے حال پر اتنا رحم کرے کہ...ہپ...''

عمران یک بیک خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ روشی در پر کھڑی کہہ رہی تھی کہ ''محکمہ جنگلات کے آفیسر شکار کا پرمٹ دیکھنا چاہتے ہیں''۔

''کہاں ہے محکمہ آفیسرات کا جنگل...اوہ...کا جنگ...فیسر یعنی کہ...وہ کہاں ہے''۔

''چپراسی نے اطلاع دی ہے کہ تمہیں اس کے دفتر میں جا کر پرمٹ دکھانا ہوگا''۔

''ارے تو وہ چپراسی کہاں ہے''۔

''وہ اطلاع دے کر واپس جا چکا ہے''۔

''تم وہاں کیوں کھڑی ہو....بندر کا کیا ہوا''۔

''اچھا عمران صاحب''۔صفدر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

''اوہ جی ہاں...'' عمران نے چونک کر مصافحہ کیا اور صفدر خیمے سے نکل گیا۔روشی اندر آ گئی۔

''تم مجھے یہاں کیوں لائے''۔روشی بپھر گئی۔

''تا کہ تمہیں اپنی خالہ بنا کر تمہاری سالگرہ کر دوں''۔عمران آہستہ سے بولا۔''تم بالکل عقلمند ہو، ذرا سی بھی حماقت تم میں نہیں پائی جاتی۔میں اس کی موجودگی میں تمہیں کیسے راز دار بنا لیتا''۔

''جب یہاں جولیا موجود تھی تو مجھے کیوں لائے تھے''۔

''افسوس کہ تمہاری موجودگی میں وہ میری خالہ نہیں بن سکتی''۔

روشی کچھ نہ بولی اس کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔

عمران نے خیمے کے در کا پردہ گرا دیا اور آستین چڑھاتا ہوا بولا۔''میں آج تمہیں ذبح کر ڈالوں گا۔جب تمہیں غصہ آتا ہے تو تمہارا اوپری ہونٹ ناک سے مل جانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔یہ مجھے قطعی ناپسند ہے تمہارے ہونٹ کا یہ انداز مجھے گالیاں دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔لہٰذا یا تو تم اپنا اوپری ہونٹ کٹوا دو یا پھر کوشش کیا کرو کہ تمہیں غصہ نہ آئے''۔

''اگر تم میرے لئے علاحدہ خیمے کا انتظام کرو گے تو میں شکار کا پرمٹ پھاڑ دوں گی''۔

''میرے خدا...؟'' عمران آنکھیں نکال کر بولا۔''پھر کیا ہوگا...مس روشی''۔

روشی کچھ نہ بولی۔یہ دھمکی فضول تھی وہ جانتی تھی کہ عمران شکار کھیلنے نہیں آیا۔اگر آمد کا مقصد شکار کھیلنا ہوتا تو وہ یہاں اپنے ماتحتوں کو کیوں اکٹھا کرتا۔

''تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو''۔روشی نے پھر سوال کیا۔اور اس کے انداز میں جھلاہٹ نہیں تھی۔

''ہاں سنو...میرے لئے ایک عورت ضروری ہے...آہا...تم مسکرا رہی ہو۔میں ایکسٹو کی حیثیت سے بول رہا ہوں...جولیا نافٹز واٹر اس ضرورت کو پورا کر سکتی تھی لیکن وہ ہر قسم کی عورت نہیں ہے۔نہ اتنی چالاک ہے اور نہ اتنی ذہین جتنی کہ تم ہو''۔

''پھر تمہارے ماتحتوں میں اس کا کیا کام''۔

''وہ یورپ کی کئی زبانیں بول سکتی ہے اور سمجھ سکتی ہے''۔عمران نے کہا۔میں تمہیں جس مقصد کے تحت یہاں لایا ہوں وہ بھی جلد ہی ظاہر ہو جائے گا''۔

روشی کچھ نہ بولی۔لیکن وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''میں تقریباً دو ماہ سے پریشان ہوں''۔عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔''صفدر کی ایک غلطی کی بنا پر شاید ابھی کچھ اور

وقت پریشانی ہی میں گزرے گا۔کاش وہ اس آدمی کو نہ مار ڈالتا۔

''کس آدمی کو''۔

''ٹھہرو۔مجھے ایسے گروہ کی تلاش ہے جو ایک غیر ملک کے اشارے پر یہاں مسلح بغاوت پھیلانے کی اسکیم بنا رہا ہے''۔

''اوہ...مگر تمہیں اس گروہ کے وجود کا کیسے علم ہوا۔میرا خیال ہے کہ ابھی تک میں نے ملک کے کسی بھی حصے میں مسلح بغاوت کے آثار کی خبر نہیں سنی''۔

''لیکن میں ان کی تیاریوں سے متعلق سنتا رہا ہوں''۔عمران نے کہا۔''ابھی کچھ ہی دنوں کی بات ہے کہ شکرال اور ہمارے ملک کی سرحد کے قریب دو قبیلوں کے درمیان بڑی خون ریز جنگ ہوئی تھی۔جانبین کے درجنوں آدمی مارے گئے اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان کے پاس جدید ترین رائفلیں تھیں''۔

''کیا بات ہوئی'' روشی ہنس پڑی۔''جدید ترین رائفلوں کی موجودگی میرے لئے حیرت انگیز کیوں ہونے لگی''۔

''میرے لئے بھی نہ ہوتی''۔عمران سر ہلا کر بولا۔''اگر ان کی ساخت اپنے یہاں کی جدید ترین رائفلوں کی سی ہوتی''۔

''پھر''

''ساخت کے اعتبار سے وہ ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، جو اب تک دنیا کے کئی ممالک میں مسلح بغاوت کرا کے اپنی پسند کی حکومت قائم کرا چکا ہے''۔

''اوہ...مگر ہو سکتا ہے کہ یہ چیز صرف انہیں قبائلیوں تک محدود رہی ہو''۔

''ہاں...یہ بھی کہا جا سکتا تھا۔مگر اتفاق سے ایک واقعہ دار الحکومت کے قریب ہی پیش آیا ہے...کچھ دن ہوئے لینڈ کسٹمز پوسٹ کے قریب ایک ٹرک الٹ گیا جس پر ریت لدی ہوئی تھی لیکن ریت کے اندر تقریباً پچاس ویسی ہی رائفلیں چھپی ہوئی تھیں جیسی ان قبائلیوں کے پاس دیکھی گئی تھیں''۔

''ٹرک کس کا تھا''۔

''یہ آج تک معلوم نہ ہو سکا''۔

''کیوں...کیا اس پر ٹریفک کے نمبر نہیں تھے''۔

''یقیناً تھے...لیکن ان کا اندراج رجسٹر میں کبھی نہیں ہوا تھا۔مردہ ڈرائیور کے پاس سے لائسنس بھی نہیں برآمد ہوا''۔

''اوہ۔تب تو یقیناً...لیکن تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تفتیش کافی آگے بڑھ چکی ہے''۔

''یقیناً...میں دو ماہ سے اس چکر میں ہوں۔لہٰذا کچھ نہ کچھ کامیابی تو ضرور ہوئی ہوگی''۔

''کیا کامیابی ہوئی ہے''۔

''مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہاں ایک منظم گروہ اس کے لئے کام کر رہا ہے اور اس گروہ والوں کا امتیازی نشان توپ ہے۔وہ اسی توپ سے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں''۔

''مگر تمہیں اس امتیازی نشان کا علم کیسے ہوا''۔

''بار بار جب کوئی چیز سامنے آتی ہے تو اسے اہمیت دینی ہی پڑتی ہے''۔

''قبائلیوں کی جنگ میں کام آنے والوں میں سے دو کے داہنے بازوؤں پر توپ کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور یہی تصویر اس ٹرک کے ڈرائیور کے داہنے بازو پر نظر آئی تھی جو لینڈ کسٹمز پوسٹ کے قریب الٹ گیا تھا اور اب یہ دیکھو''۔ عمران نے پیتل کی ننھی سی توپ نکال کر روشی کے سامنے رکھ دی۔

روشی اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی ہوئی بولی۔ ''یہ کیا بلا ہے''۔

''ایک ننھی سی توپ جس سے چیونٹی کا بھی شکار نہیں کیا جاسکتا''۔

''یہ تمہیں ملی کہاں''۔

''صفدر لایا تھا''۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''اب صفدر کی کہانی سنو۔ میں نے اسے اسی علاقے میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ جہاں دو قبیلے آپس میں لڑ گئے تھے۔ صفدر کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ معاملے کی نوعیت کیا ہے۔ لہٰذا وہ کافی محنت اور ذہانت سے کام کرتا رہا۔ لیکن ایک جگہ چوک گیا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اگر اسے اس آدمی کی اصلیت کا علم ہوتا تو وہ اسے کبھی جان سے نہ مارتا''۔

''تم پھر بہکنے لگے.... مجھے اس آدمی کے متعلق تفصیل سے بتاؤ''۔

''اوہ اچھا... صفدر اِن قبائلیوں کی تلاش میں تھا جن کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اتفاقاً ایک دن ایک آدمی سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ اس نے اس پر فائر کر دیا، بہر حال دونوں کے درمیان بڑی خوں آشام جنگ ہوئی صفدر نے اسے مار ڈالا مرنے والے کے پاس سے یہ توپ اور چند کاغذات برآمد ہوئے تھے جو اس نے میرے سپرد کر دیئے۔ اس نے مجھے ٹرانسمیٹر پر اس واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ وہاں ٹھہر سکے لہٰذا میں نے اسے واپس بلالیا۔ اب سوچ رہا ہوں کہ کسی اور کو بھیجوں''۔

مگر یہاں ان سبھوں کی موجودگی کی کیا وجہ ہے''۔

''صفدر کو میں نے ایک ماہ پہلے بھیجا تھا۔ لیکن خود میں بھی یہاں کام کرتا رہا ہوں۔ میں نے چند مزید ایسے آدمیوں کا پتہ لگایا ہے۔ جن کے بازوؤں پر توپ کی تصویر موجود ہے اور وہ آج کل یہاں شکار کھیل رہے ہیں''۔

''اوہ...اور یہ پیتل کی توپ''۔

''ہوسکتا ہے کہ یہ بھی نشان ہی کے طور پر استعمال کی جاتی ہو''۔ عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

''مگر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ مسلح بغاوت ہی کرانا چاہتے ہیں''۔

''ارے تو کیا پھر وہ ان رائفلوں کو تل کر کھائیں گے۔ آخر تم بعض اوقات عقلمندوں کی سی باتیں کیوں کرنے لگتی ہو''۔

دفعتاً عمران چونک کر خیمے کی در کی طرف مڑا کوئی باہر موجود تھا۔ اس نے جھپٹ کر پردہ اٹھا دیا۔ ایک طویل قامت آدمی اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''فرمایئے...جج جناب''۔ عمران ہکلایا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ اس کے تن و توش سے مرعوب ہوگیا ہو۔

اب اس کے چہرے پر حماقت کے آثار بھی نظر آنے لگے تھے۔

''میں آپ کا پرمٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا چپراسی نے آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی''۔

''اوہ... چپ... چپ راسی۔ عمران مڑ کر روشی کی طرف دیکھنے لگا اور روشی آگے بڑھ کر بولی۔ جی ہاں چپراسی نے اطلاع دی تھی لیکن ہمیں آپ کا آفس نہیں معلوم تھا''۔

''خیر کوئی بات نہیں''۔ وہ آدمی مسکرایا۔ ''میں خود ہی حاضر ہوگیا''۔

''مگر ہم شکاری کب ہیں'' روشی اٹھلائی۔ ''کیا یہ ضروری ہے کہ یہاں سب شکار ہی کھیلنے کی غرض سے آئیں''۔

''اوہ... معاف کیجئے گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہاں آنے والے عموماً اسی غرض سے آتے ہیں''۔

''تو ہم نہیں آئے اس غرض سے۔ کیا اس غرض سے نہ آنا کوئی جرم ہے۔''

''ہرگز نہیں... ہرگز نہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں''۔ وہ جانے کے لئے مڑا۔

روشی ایک ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولی۔ ''ٹھہریئے اب آئے ہیں تو دیکھتے ہی جایئے''۔

وہ رک گیا اس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ روشی نے پرمٹ اسے دکھایا۔

''شکریہ''۔ اس نے روشی کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور عمران سے مصافحہ کر کے رخصت ہوگیا۔

عمران روشی کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ ''اس کی صلاحیت جولیا میں نہیں ہے''۔

''مگر یہ کیا حماقت ہے کہ تم اپنے سارے احکامات اسی کے ذریعے دوسروں تک پہنچاتے ہو۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ تمہارے بعد اسی کی حیثیت ہے''۔

''یقیناً... بات دراصل یہ ہے کہ میرے ماتحت اپنوں میں سے کسی کی برتری ہرگز نہ تسلیم کرتے۔ لیکن وہ جولیا کی برتری کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھاتے''۔

''اور تمہیں بحیثیت عمران تو چٹکیوں میں اڑاتے رہتے ہیں''۔

''لیکن بحیثیت ایکس ٹو''۔ عمران مسکرایا۔

''بحیثیت ایکس ٹو بھی وہ تم سے متنفر ضرور ہیں''۔

''سب نہیں۔ صرف ایک آدمی تنویر''۔

''آخر وہ کیوں متنفر ہے تم سے''۔

''کیوں کہ جولیا شاید ایکس ٹو سے حماقت کرنے لگی ہے''۔

''لیکن ایکس ٹو مجسم حماقت ہے''۔ روشی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

''بس ختم کرو تم بہت دیر سے مجھے بُرا بھلا کہہ رہی ہو۔ اب میں ان کاغذات کو دیکھنا چاہتا ہوں''۔

اس نے کاغذات کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ بیساختہ اچھل پڑا اس کی جیب میں سیٹی سی بجی تھی۔ جس کی آواز روشی نے بھی سنی۔

وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''لیکن عمران نے جلد ہی وہ جیب خالی کر دی۔ ساری چیزیں زمین پر گریں اور وہ انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ یہ وہی کاغذات تھے اور وہی پیتل کی توپ جو کچھ دیر پہلے صفدر سے ملے تھے۔

اچانک عمران توپ کو اٹھا کر اپنے چہرے کے برابر لایا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے دہانے کے سوراخ میں مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں توپ کا دہانہ اس کے کان سے جا لگا۔

اور اب وہ صاف سن رہا تھا۔ دہانے کے سوراخ سے آواز آ رہی تھی ''گن تھرٹی تھری... گن تھرٹی تھری... تم جواب کیوں نہیں دیتے''۔

''گن تھرٹی تھری... گن تھرٹی تھری''۔

روشی عمران کو برابر گھورے جا رہی تھی۔ عمران نے توپ کا دہانہ اس کے کان سے لگا دیا۔ اور اس کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں۔

پھر فوراً ہی دہانہ عمران کے کان سے آلگا آواز اب بھی آ رہی تھی۔ ''گن تھرٹی تھری اگر تم نے ایک گھنٹے بعد جواب نہ دیا تو... یہ سمجھ لیا جائے گا کہ تم کسی حادثے کا شکار ہو گئے''۔

اس کے بعد ہی پھر سیٹی کی آواز آئی، جو اتنی تیز تھی کہ روشی نے بھی سنی۔

عمران نے کان سے دہانہ ہٹا لیا۔ اب کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی۔

''ٹرانسمیٹر''۔ عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

''لاؤ دیکھوں''۔ روشی نے پیتل کی ننھی سی توپ اسکے ہاتھ سے لے لی وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

''تم جواب میں کچھ بولے کیوں نہیں تھے''۔ روشی نے آہستہ سے کہا۔

''کہاں بولتا۔ کس طرح بولتا۔ نہیں یہ ایک زبردست غلطی ہوتی۔ گن تھرٹی تھری کیا بلا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آدمی کا نمبر شناخت رہا ہو۔ جس کے پاس یہ ٹرانسمیٹر تھا۔ جدید ترین، روشی، میرا دعویٰ ہے کہ یہ ٹرانسمیٹر ایٹمی بیٹری سے چلتا ہے... اور ایٹم کا استعمال کئی ملکوں نے شروع کر دیا ہے''۔

''گن تھرٹی تھری''۔ روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''اگر تھرٹی تھری اس کی شناخت کا نمبر تھا تو یقیناً اِن لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی''۔

''ٹھہرو...'' عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا بولا۔ ''تم یا تو تفریح کے لئے باہر نکل جاؤ... یا یہیں بیٹھو لیکن تمہیں فرض کر لینا پڑے گا کہ تم اندھی گونگی اور بہری ہو... میں کام کرنا چاہتا ہوں''۔

''تم تنہا رہ کر کام چوپٹ کرو گے''۔ روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''تم کیا کام کرنا چاہتے ہو''۔

''اس ٹرانسمیٹر کا تفصیلی جائزہ لوں گا''۔

''یہ تم میری موجودگی میں بھی کر سکتے ہو''۔

''یہی تو مصیبت ہے کہ نہیں کر سکتا''۔

''میں یہاں سے نہیں جاؤں گی''۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے وہ کاغذات زمین سے اٹھائے اور انہیں دیکھنے لگا۔ تحریر انگریزی میں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مختلف اوقات میں موصول ہونے والے پیغامات نوٹ کئے ہوں۔ مثلاً ''چھ ترپن... گن فورٹین کی اطلاع کے مطابق روانگی ہو چکی ہے۔ آٹھ تمیں... گن فورٹین... وعدہ کے مطابق نہیں بولا... نو تمیں پھر گن فورٹین سے اطلاع ملی کہ... گن ففٹی سکس کامیاب نہیں ہو سکا''۔

اس قسم کی اطلاعات سے تین چار صفحات بھرے ہوئے تھے۔ عمران نے کاغذات کو تہہ کر کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور اب اس کی توجہ توپ نما ٹرانسمیٹر کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ روشی خاموش بیٹھی رہی۔

5

جولیا نافٹز واٹر پیچ و تاب کھا رہی تھی... عمران کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ اب ان کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ اس پر سے ستم یہ کہ روشی بھی اس کے ساتھ آئی تھی۔ جولیا نے سوچا کہ یہ موقع بھی بہتر ہے کیوں نہ ایکس ٹو کو کم از کم روشی ہی کے خلاف بھڑکا دیا جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کے متعلق سوچتی رہی پھر صندوق سے ٹرانسمیٹر نکالنے کے لئے اٹھی ہی تھی کہ خیمے کے باہر عمران نظر آیا۔ جولیا پھر بیٹھ گئی۔ عمران تنہا تھا۔ وہ جولیا سے اجازت حاصل کئے بغیر اندر آ گیا۔

''تم واپس جاؤ''۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''اور باہر رک کر مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرو''۔

''شاید میں غلطی سے یہاں چلا آیا ہوں''۔

وہ واپسی کے لئے مڑا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت تنویر خیمے میں داخل ہوا اور عمران کو دیکھ کر ایسا منہ بنایا جیسے اس نے جولیا کے جسم پر بچھو رینگتے ہوئے دیکھ لئے ہوں۔

''سامالیکم...'' عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے سلام کیا۔

''صفدر کہاں ہے''۔ تنویر نے گونجیلی آواز میں جولیا سے پوچھا۔

''کیوں''۔ جولیا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ وجہ بھی بتائی جائے''۔

''یقیناً''۔

''میں اس سے پوچھوں گا کہ لوگ یہاں کیوں جھونکے گئے ہیں''۔

''اور وہ تمہیں بتا دے گا''۔ دفعتاً عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

''اس کے فرشتے بھی بتائیں گے''۔ تنویر غصیلی آواز میں بولا۔

''تنویر''۔ یک بیک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ ''اپنے خیمے میں واپس جاؤ میں ایکس ٹو کے نائب کی حیثیت سے تمہیں

حکم دیتا ہوں"۔

"اپنا لہجہ درست کرو"۔ تنویر سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"جولیا دروازے کا پردہ گرا دو"۔ عمران نے جولیا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ جولیا کانپ گئی۔ اس وقت عمران میں اسے شکرال کے عمران کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پردہ گرا دیا اور پھر اپنی کرسی پر واپس آگئی۔

"کیا تم اپنے خیمے میں واپس نہیں جاؤ گے"۔ عمران نے تنویر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں"۔ تنویر بھی دانت پیستا ہوا اسے گھور رہا تھا۔

"اچھا تو تنویر... نہ میں معطل کرتا ہوں اور نہ برخاست کرتا ہوں لیکن میڈیکل گراؤنڈ پر کم از کم چھ ماہ کی چھٹی ضرور دلوا دیتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور اپنا کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا۔

"ارے... ارے... یہ کیا" جولیا بوکھلا کر اٹھی۔

"خاموش بیٹھو"۔ عمران غرایا۔

"تم اس سے بدتمیزی نہیں کر سکتے"۔ تنویر کہہ کر عمران پر جھپٹ پڑا لیکن اسے حسرت ہی رہ گئی کہ اس کا گھونسہ عمران کے جبڑے پر پڑا ہوتا۔ کیونکہ عمران نے بجلی کی سرعت سے اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا تھا اور اس کا یہ فعل اتنا غیر متوقع تھا کہ تنویر کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملی وہ بے اختیارانہ انداز میں اس کی طرف پشت کر کے جھکتا چلا گیا۔ دفعتاً عمران نے اس کے شانوں کے درمیان گردن کے نیچے ایک زوردار گھونسہ رسید کیا اور تنویر منہ کے بل نیچے چلا گیا۔

جولیا کرسی پر پڑی کانپ رہی تھی اور تنویر زمین پر اوندھا پڑا اس طرح ہاتھ پیر پھینک رہا تھا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی کی کوئی گرہ اپنی جگہ سے کھسک گئی ہو۔

وہ چند لمحے اسی طرح ہاتھ پیر پھینکتا رہا پھر ساکت ہو گیا۔

"ارے... کک... کیا... تم نے اسے... مم... مار ڈالا"۔ جولیا کانپتی ہوئی ہکلائی۔

"نہیں، صرف ایک ماہ کی چھٹی کی سفارش کی ہے۔ تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد ہوش میں آئے گا۔ صفدر کو تیز بخار ہے اس کا بستر بھی اسی کے برابر لگوا دینا۔ پھر یہ اس سے پوچھ لے گا کہ تم لوگوں کو یہاں کیوں جھونکا گیا ہے"۔

وہ اپنا کوٹ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھا اور پھر پردہ اٹھا کر باہر نکلتے نکلتے رک گیا۔

"آج رات کو تم اسی خیمے کے سامنے باہر ناچو گی چوہان اکارڈین بجائے گا اور تم دونوں پر بہت زیادہ نشے کی سی کیفیت طاری ہو گی"۔ اس نے جولیا کی طرف مڑ کر کہا اور باہر چلا گیا۔

جولیا چند لمحے کرسی پر بے حس و حرکت پڑی رہی پھر اٹھ کر تنویر کے پاس آئی جو بیہوش پڑا گہری سانسیں لے رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تک جھکی اسے دیکھتی اور پلکیں جھپکاتی رہی پھر پاگلوں کی طرح اپنے خیمے سے نکل کر کیپٹن خاور کے خیمے کی طرف بھاگی۔

خیمے میں خاور اور چوہان موجود تھے۔ جولیا کو اس حال میں دیکھ کر وہ بھی بوکھلا گئے۔

"تنویر بے ہوش ہو گیا ہے"۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیوں... کیسے"۔ دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"بس باتیں کرتے... کرتے... گرا اور بیہوش ہو گیا"۔

"کہاں"۔

"میرے خیمے میں۔ اسے وہاں سے اٹھاؤ"۔

وہ دونوں اس کے ساتھ خیمے میں آئے اور پھر تنویر کی بیہوشی کے اسباب موضوع بحث بن گئے۔ لیکن جولیا نے انہیں صحیح بات نہیں بتائی ہو سکتا ہے وہ تنویر کو شرمندہ نہ کرنا چاہتی رہی ہو۔

☆☆

جولیا کے خیمے کے سامنے اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ اکارڈین کی آواز رات کے سناٹے میں دور دور تک پھیل رہی تھی۔ چوہان واقعی اچھا اکارڈین بجا رہا تھا اور جولیا جھوم جھوم کر ناچ رہی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں بہت زیادہ نشے میں ہوں۔

حالانکہ وہ ایک چاندنی رات تھی لیکن پھر بھی شکاریوں نے زیادہ لطف اندوز ہونے کے لئے مشعلیں روشن کر لی تھیں۔

کبھی کبھی چوہان اور جولیا چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو بُرا بھلا بھی کہنے لگتے مفت کا تماشہ تھا لوگ بے حد دلچسپی لے رہے تھے اور ان لوگوں کو بتا رہے تھے کہ ناچ کیسے شروع ہوا تھا۔ جنہیں اس کا علم نہیں تھا۔ بہت کم لوگ جانتے تھے کہ پہلے دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ غالباً ناچنے اور ساز بجانے کے متعلق کسی بحث پر بات بڑھ گئی تھی۔ دیکھنے والوں کے خیال کے مطابق دونوں نشے میں دھت تھے۔ بات بڑھی اور چوہان اکارڈین لایا اور جولیا اسے بُرا بھلا کہتی ہوئی ناچنے لگی۔

بھیڑ بڑھتی گئی۔ شاید ہی کیمپ کا کوئی شکاری وہاں نہ پہنچا ہو عمران اور بلیک زیرو بھی قریب ہی موجود تھے۔ عمران کے ہاتھ میں مشعل تھی اور بلیک زیرو میک اپ میں تھا۔

دفعتاً بلیک زیرو کے آگے کھڑے ہوئے ایک شکاری نے پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا۔ "اندھا ہو گیا اوپر چڑھے آ رہے ہو"۔

"تم خود اندھے ہو۔ زبان سنبھال کر بات کرو"۔ بلیک زیرو بھی بگڑ گیا۔

"شٹ اپ" شکاری چیخا اور بلیک زیرو نے اس کے تھپڑ رسید کر دیا بس پھر کیا تھا دونوں گتھ گئے۔ بلیک زیرو نے پہلے ہی جھٹکے میں اس کی قمیص پھاڑ دی۔ پھر دوسری بار اس کا ہاتھ اس کی داہنی آستین پر پڑا اور وہ شانے سے الگ ہو کر

زمین پر آ رہی۔

عمران نے مشعل بلند کی اتنے میں شکاری کے کئی حمایتی بھی بیچ میں پڑے۔ لیکن اب بلیک زیرو وہاں کہاں تھا وہ اتنی پھرتی اور چالاکی سے شکاریوں کے نرغے سے نکلا تھا کہ عمران متحیر رہ گیا تھا۔

پھر وہ بھی اس بھیڑ سے دور ہٹتا چلا گیا... کیونکہ اب وہاں ٹھہرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ شکاری کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھ ہی چکا تھا۔

یہ سارا بکھیڑا اسی لئے کیا گیا تھا۔ عمران کو اس شکاری پر شبہ تھا۔ لہٰذا وہ اس کا داہنا بازو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت اس نے نہ صرف اس کا داہنا بازو دیکھ لیا۔ بلکہ اس کے حمایتوں سے واقف بھی ہو گیا تھا۔

ایک طرف پٹا ہوا شکاری چیختا چنگھاڑتا رہا اور دوسری طرف جولیا جھوم جھوم کر ناچتی رہی چوہان اکارڈین بجاتا ہوا چیخ چیخ کر کہتا رہا۔ "اے شور مت مچاؤ سنو کیسا بجا رہا ہوں دیکھو وہ کیسا ناچ رہی ہے۔ خدا کے لئے فیصلہ کرو۔ کیا اس کے پیر اکارڈین کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہاہا یہ اس رفتار سے نہیں ناچ سکتی ہاہا... ہوہو... ہی ہی... تا رارم... تارارم... تارم ... تارارارم..."۔

6

دوسرے دن صبح روشی پھر عمران سے الجھ پڑی۔ اسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ رات وہ ڈرامہ کس لئے اسٹیج کیا گیا تھا۔ لیکن اس سے بے خبر تھی کہ تنویر کی مرمت کیوں کی گئی تھی۔ اس سے پہلے اس نے کبھی عمران پر اتنی درندگی سوار نہیں دیکھی تھی نہ وہ آج کل تفریحی گفتگو کرتا تھا اور نہ اس کے چہرے پر حماقت ہی طاری رہتی تھی۔ البتہ جب وہ خیمے سے باہر نکلتا تھا تب تو ضرور اس کے چہرے سے حماقت برسنے لگتی تھی اور دوسرے شکاری روشی کو ایک احمق کی محبوبہ یا بیوی سمجھ کر اس سے قریب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم نے بے بیچارے کو کیوں مارا"۔ روشی نے کہا۔

"بیچارے تنویر کو اگر میں بے کار نہ کر دیتا تو پچھلی رات اتنا شاندار ڈرامہ کبھی نہ ہو سکتا۔ وہ جولیا کو کبھی اس طرح نہ ناچنے دیتا۔ شاید ایکس ٹو کی راہ میں بھی روڑے اٹکانے کی کوشش کرتا۔ تم نہیں جانتیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ جولیا پر بُری طرح مرتا ہے۔ لیکن کسی طرح مر بھی نہیں چکتا"۔

"اگر وہ احکامات کی تعمیل نہیں کرتا تو اسے الگ کر دو"۔

"یہ ناممکن ہے۔ ناشاد اور کیپٹن جعفری ملٹری کی سیکرٹ سروس سے آئے تھے اور پھر وہیں واپس چلے گئے لیکن تنویر کو الگ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایکس ٹو کا راز افشا ہو جائے۔ اس کی واپسی کسی دوسرے محکمہ میں نہ ہوگی اور پھر یوں بھی اسے میں علاحدہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کام کا آدمی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب میرا کام چل ہی رہا ہے تو پھر کسی قسم کی

تبدیلی کی کیا ضرورت ہے۔ جس حرکت سے میں اسے باز رکھنا چاہتا تھا اس سے وہ اچھی طرح باز رہا"۔

"مجھے یقین ہے کہ تم آہستہ آہستہ پاگل ہوتے جا رہے ہو"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

روشی کہتی رہی۔ "میں نے معلوم کیا ہے تنویر سچ مچ اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے"۔

"وقتی اعصابی اختلال"۔ عمران آہستہ سے بولا۔ "وہ ایک ہفتہ سے زیادہ اس حالت میں نہیں رہے گا"۔

دفعتاً وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اسکے کوٹ کی اندرونی جیب سے سیٹی کی آواز آئی تھی۔ یہ اس توپ نما ٹرانسمیٹر کا اشارہ تھا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر روشی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ٹرانسمیٹر جیب سے نکال کر کان سے لگا لیا۔

آواز آ رہی تھی... "ہیلو... تھرٹی تھری... تھرٹی تھری، اُوور"۔

عمران نے اُسے کان سے ہٹا کر منہ کے قریب لاتے ہوئے کھانسنا شروع کیا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یس... تھرٹی تھری اسپیکنگ اوور"۔

"تم اب کیسے ہو... اوور..."

"ابھی تک میں ٹھیک نہیں ہو سکا... اُوور..." عمران نے جواب دیا۔

"کہیں سے کوئی اطلاع ملی ہے... اُوور"

"ہاں... ایٹی نائن مطمئن ہے... اُوور..."

"اُوور... اینڈ آل..."

عمران نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

روشی اسے چند لمحے گھورتی رہی پھر بولی۔ "تم نے یہ تو شروع کر دیا ہے لیکن ان کے متعلق تمہاری معلومات زیادہ نہیں ہیں"۔

"ہوں"۔ عمران کچھ سوچ رہا تھا۔

روشی نے کہا۔ "تم نے پچھلی رات اس شکاری کا راز معلوم کر لیا... اب کیا کرو گے"۔

"تمہاری اس سے شادی کروں گا"۔ عمران جھلا گیا۔

"تم اتنے چڑچڑے تو نہیں تھے"۔

"نہیں تھا تو مجھے اس سے کیا فائدہ تھا اور اگر اب ہو گیا ہوں تو اس سے کیا نقصان ہے"۔

"آہا" روشی ہنس پڑی۔ "عقلمند ہوتے جا رہے ہو"۔

عمران کچھ کہنے کے بجائے باہر چلا گیا۔ روشی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر وہ بھی خیمے سے نکل آئی۔ ابھی دھوپ اچھی طرح نہیں پھیلی تھی ویسے صبح ہی سے آسمان صاف نہیں تھا۔ اکثر سفید بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ سورج کے

سامنے آجاتے اور دھوپ غائب ہو جاتی۔

رات کے ہنگامے کا اثر اب بھی فضا میں موجود تھا۔ پٹے ہوئے شکاری کے ساتھی جھگڑا کرنے والے کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے مگر اب وہ کہاں ملتا۔ اب اس کے چہرے پر داڑھی کہاں تھی۔ ویسے وہ اب بھی خیمے میں موجود تھا اور کئی بار آسمان کا رنگ دیکھنے کے لئے باہر بھی نکلا تھا۔

روشی...سے بھی ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ''کیا آپ بھی کسی داڑھی والے سے واقف ہیں''۔

''واہ'' روشی مسکرا کر بولی۔ ''ہزاروں سے واقف ہوں۔ خود میرے پاپا بھی داڑھی رکھتے تھے''۔

وہ لوگ ہنسنے لگے اور اسی آدمی نے کہا۔ ''میرا مطلب تھا کہ یہاں آپ نے کسی داڑھی والے کو تو نہیں دیکھا''۔

''نہیں مجھے اب تک کوئی نہیں دکھائی دیا۔ کیوں؟''

''کیا آپ کو پچھلی رات والے ہنگامے کا علم نہیں''۔

''اوہ، اوہ...تو کیا وہ کوئی داڑھی والا تھا''۔

''جی ہاں''۔

''اور آپ اس کو اس وقت یہاں تلاش کر رہے ہیں''۔

''یقیناً کیونکہ ہمیں ابھی تک کوئی خیمہ خالی نہیں ملا''۔

''میرا خیال ہے کہ...بعض خیموں میں کئی آدمی رہتے ہیں''۔

''جی ہاں''۔

''ہوسکتا ہے وہ کسی ایسے ہی خیمے سے تعلق رکھتا ہو اور اب چپ چاپ یہاں سے چلا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھی آپ کو کچھ بتانے سے رہے۔ ارے واہ...مگر اسے جاننے کی کیا ضرورت ہے کیا داڑھی کے علاوہ کوئی اور بھی پہچان ہے۔ آپ کے پاس''۔

''نہیں''۔

''تب تو آپ لوگ نشے میں معلوم ہوتے ہیں''۔ روشی اٹھلائی۔

''کیوں۔ کیوں؟''

''ارے۔ اس نے اپنی داڑھی صاف کردی ہوگی اور اس وقت نہایت اطمینان سے آپ کو یقین دلا رہا ہوگا کہ نہیں صاحب میری نظروں سے تو آج تک کوئی داڑھی والا گزرا ہی نہیں''۔

وہ آدمی خفیف ہوگیا اور دوسرے ہنسنے لگے۔ حتیٰ کہ پٹنے والا بھی ہنس رہا تھا اور وہ پانچوں ہی روشی میں بے حد دلچسپی لے رہے تھے۔

''ہوسکتا ہے''۔ روشی چہک کر بولی۔ ''وہ اس وقت آپ ہی میں موجود ہو اور اس نے داڑھی والے کو تلاش کرنے

کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کی ہوں''۔

''جی نہیں۔ ہم ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے ہیں۔ مگر آپ بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں''۔

''ارے نہیں''۔ روشی ہنسنے لگی۔

وہ ایک شاندار ایکٹریس تھی اور اس وقت کسی ایسی عورت کا رول ادا کر رہی تھی جسے مردوں کے سامنے اپنے ذہن و جسم پر قابو نہ رہ جاتا ہو۔

''نہیں آپ بے حد ذہین ہیں اور کیا''۔

''اوہ دیکھئے''۔ یک بیک روشی سنجیدہ ہوگئی۔ ''میرا شوہر آرہا ہے وہ ایک احمق اور بدگمان آدمی ہے۔ آپ محتاط رہیں تو بہتر ہے''۔

اس کے بعد وہ بلند آواز میں کہنے لگی۔ ''جی نہیں میں نے خیمے کے آس پاس تو کسی بھی داڑھی والے کو نہیں دیکھا''۔

عمران قریب پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر وہی قدیم حماقت اٹھکیلیاں کرتی پھر رہی تھی۔

''کک...کیا بات ہے''۔ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں روشی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں ڈیر''۔ روشی نے متحیرانہ آواز میں کہا۔ ''یہ لوگ اسی آدمی کی تلاش میں ہیں جس نے پچھلی رات یہاں ہنگامہ کرایا تھا''۔

''اوہ...مم...مگر ہم کیا جانیں''۔

''مائی ڈیئر''۔ روشی آنکھیں نکال کر اور انگلی نچا کر بولی۔ ''ہر وقت فلسفیوں کی طرح نہ سوچا کرو یہ شریف آدمی کب کہتے ہیں کہ وہ میرا ماموں یا تمہارا چچا تھا''۔

''پھر کیا بات ہے''۔ عمران نے ان لوگوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں یہ صرف اتنا پوچھ رہے تھے کہ میں نے اپنے خیمے کے آس پاس کوئی داڑھی والا تو نہیں دیکھا''۔

''دیکھا تھا تم نے؟'' عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں''۔

''بس تو پھر آپ لوگ جائیے''۔ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''انہوں نے نہیں دیکھا تھا''۔

''آپ نے تو نہیں دیکھا تھا''۔ ایک آدمی نے مسکرا کر پوچھا جس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

''میں کیوں بتاؤں''۔

''اوہ..ڈیئر...روشی اسے چمکار کر بولی۔ ''بتا دو اگر دیکھا ہو''۔

''نہیں دیکھا تھا''۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''مگر میں یہ صرف تمہیں بتا رہا ہوں''۔

''نہیں جناب''۔ روشی ان لوگوں سے بولی۔ ''مجھے یقین ہے کہ انہوں نے نہ دیکھا ہوگا ورنہ مجھے ضرور بتا دیتے''۔

وہ لوگ آگے بڑھ گئے اور روشی عمران کے پیچھے چلنے لگی۔ ایک جگہ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ لوگ بھی مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ روشی ہنسی اور ان کے لئے ہاتھ ہلایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب کچھ عمران سے چھپا رہی ہو۔

عمران خیمے کے قریب پہنچ کر اس کی طرف مڑا اور آہستہ سے بولا۔

''تم بہت اچھی جا رہی ہو، غالباً تم نے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ میں نہ صرف تمہارا شوہر ہوں بلکہ بالکل اُلّو کا پٹھا بھی ہوں''۔

''تم اپنے متعلق بالکل صحیح رائے رکھتے ہو۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی''۔ روشی مسکرائی۔

''ہاں، لیکن تم اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ کبھی گواہ کی حیثیت سے عدالت میں نہ پیش ہو سکیں گے''۔

''کیا مطلب''۔

''یہی کہ ممکن ہے کبھی تم قانونی حیثیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگو کہ میں اُلّو کا پٹھا تمہارا شوہر بھی ہوں''۔

''اوہو تو کیا میں نے انہیں یہ باور کرا کے غلطی کی ہے''۔

''نہیں تو... مجھے تو ہمیشہ اس کا اعتراف ہی رہا ہے کہ تم ایک ذہین عورت ہو''۔

''اب مجھے کیا کرنا ہوگا''۔

''وہی جو تم کرنا چاہتی ہو''۔ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''میں انہیں اپنے اعتماد میں لینا چاہتی ہوں''۔

''فی الحال اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے''۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور وہ دونوں خیمے کے اندر چلے گئے۔

☆☆

تنویر آنکھیں بند کئے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ جولیا نے اسے آواز دی اس کے ہاتھ ہی میں کافی کی پیالی تھی۔ تنویر نے آنکھیں کھول دیں۔

''اوہ شکریہ''۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بیٹھ تو گیا لیکن شاید کراہوں کا روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

جولیا نے اُسے کافی کی پیالی دی اور آہستہ سے بولی۔ ''میں نے انہیں اصل واقعہ نہیں بتایا تھا۔ یہ کہہ دیا تھا کہ تم گفتگو کرتے کرتے اچانک بیہوش ہو گئے تھے''۔

''مگر میں اسے چھپانا نہیں چاہتا''۔ تنویر پھر مسکرایا۔ ''یہ محض اتفاق تھا کہ ایسا ہو گیا۔ ورنہ میں اس کی ہڈیاں چور کر دیتا۔ میں نے دراصل کسی چیز سے ٹھوکر کھائی تھی ورنہ اس کے فرشتے بھی میرا ہاتھ نہ پکڑ سکتے خیر اب تم مجھے ٹھیک ہو

لینے دو۔ پھر دیکھنا''۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ صرف اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ خود بھی عمران کا بُرا انجام دیکھنے کی متمنی ہو۔ ویسے حقیقت تو یہ تھی کہ وہ تنویر کی بکواس سن کر دل ہی دل میں ہنس پڑی تھی۔

تنویر خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ پھر پیالی اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''پچھلی رات کیا ہوا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ عمران نے تمہیں ناچنے اور چوہان کو اکارڈین بجانے پر مجبور کیا تھا''۔

''تم نے غلط نہیں سنا''۔

''آخر وہ کیا بیہودگی تھی اگر میں ٹھیک ہوتا تو کیا وہ ایسا کر سکتا تھا''۔

''میرا خیال ہے اس کی ذمہ داری براہ راست ایکس ٹو پر عائد ہوتی ہے''۔ جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''ورنہ عمران اس کی جرأت ہرگز نہیں کر سکتا کہ مجھے اس طرح کسی کام پر مجبور کرے''۔

''ایکس ٹو ناانصاف، ضدی اور عاقبت نااندیش ہے''۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں تو اسے کبھی برداشت نہ کروں گا کہ عمران ایک آفیسر کی حیثیت سے ہمارے سروں پر مسلط کیا جائے''۔

''یہ نہ کہو تنویر کیا تم نے شکرال میں عمران کی برتری تسلیم نہیں کی تھی''۔

''اوہو وہ اور بات تھی۔ ہمارے ساتھ مجبوری یہ تھی کہ ہم شکرالی نہیں بول سکتے تھے۔ مگر نہیں ہم میں ایک ایسا نہیں تھا۔ صفدر مگر وہ سو فیصدی عمران کا آدمی تھا... ویسے میں صرف اپنے لئے دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مجھے شکرالی بولنی آتی ہوتی تو یہ عمران صاحب بھیک مانگتے رہ جاتے''۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ اسے دراصل تنویر کی اس بکواس پر غصہ آ رہا تھا لیکن اس نے اس وقت غصہ ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اب عمران کے متعلق گفتگو ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تنویر بھی خاموش ہو گیا لیکن جیسے ہی جولیا نے اٹھنا چاہا اس نے کہا۔ ''بیٹھو خدا کے لئے ذرا دیر اور بیٹھو مجھے بتاؤ کہ پچھلی رات والی حرکت کا مقصد کیا تھا''۔

''تنویر کیا تم مجھے صفدر کے متعلق کچھ بتا سکو گے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس نے کیا چیز عمران کے حوالے کی ہے''۔

''میں نہیں جانتا''۔

''پھر تم مجھ سے وہ بات کیوں پوچھ رہے ہو جس کا مجھے علم نہیں ہے''۔

''میں نے کہا ممکن ہے اس نے تمہیں بتایا ہو''۔

''وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا''۔ جولیا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''لیکن وہ عورت روشی ہم سب سے زیادہ جانتی ہوگی''۔

''تم دیکھو نا خود ہمارا آفیسر ہی قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ آخر ایکس ٹو کسی آدمی کو اس قسم کے کام کیوں سونپتا ہے جس کا رویہ غیر ذمہ دارانہ ہو۔ کیا یہ ہمارے محکمے کے قوانین کے خلاف نہیں ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہمارے رازوں میں شریک ہو جو ہم سے کسی قسم کا بھی تعلق نہ رکھتا ہو۔ میرا اشارہ اسی عورت کی طرف ہے''۔

"خیر اب تم آرام کرو"۔ جولیا مسکرائی۔ "جتنا سوچو گے اتنا ہی تمہیں غصہ آئے گا اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ خالی غصے سے اپنی ہی صحت کو نقصان پہنچتا ہے"۔

"کہہ لو، تم بھی مضحکہ اڑا لو۔ لیکن تم بہت جلد سنو گی کہ میں نے عمران کو قتل کر دیا"۔

جولیا نے اس خیال پر کوئی تبصرہ کئے بغیر کافی کی پیالی اٹھائی اور خیمے سے نکل گئی۔

7

عمران نے رائفل کندھے سے لٹکائی اور باہر نکلنے ہی والا تھا کہ روشی اسے روک کر بولی۔ "آخر اس معاملے کا اختتام کہاں اور کیسے ہوگا"۔

"کیا تم آج کل اس معاملے کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ رہیں؟"

"ہاں آج کل میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا"۔

"تب مجھے یقین ہے کہ تم کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکو گی"۔

"مگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا"۔

"دیکھو روشی"۔ عمران ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میرا اندازہ ہے کہ یہ لوگ ملک میں زہر پھیلا رہے ہیں اور یہ کوئی بہت بڑی تنظیم ہے لہٰذا یا تو کوئی اعلیٰ پیمانے پر اس کے خلاف قدم اٹھایا جائے یا پھر سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس تنظیم کے سربراہ پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ اعلیٰ پیمانہ کے اقدام کا جہاں تک تعلق ہے وہ ملک اور ملک کی پُر امن فضا کے لئے سود مند ثابت نہ ہوگا کیونکہ اعلیٰ پیمانہ پر کوئی کام شروع کرنے کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمی کو بھی اس سازش کا علم ہو جائے لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ بیسویں صدی کے نصف کے بعد کا ذہن جھنجھلاہٹ کا شکار ہے۔ تم جانتی ہو کہ تخریب پسندی کی بنیاد جھنجھلاہٹ ہی پر ہوتی ہے اور یہ جھنجھلاہٹ تخریب کاری کے لئے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ غیر یقینی حالات نے آدمی کو مستقبل سے مایوس کر دیا ہے لہٰذا وہ ہر چمکدار چیز کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ خواہ وہ آگ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ تنظیم منظر عام پر آگئی تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جھلائے ہوئے ذہنوں کی ہمدردیاں حاصل کر لے، ظاہر ہے کہ دنیا کی ہر تنظیم اپنے جواز کے لئے بہترین قسم کے دلائل رکھتی ہے۔ اگر وہ دلائل ان جھلائے ہوئے ذہنوں نے تسلیم کر لئے تو جانتی ہو کیا ہوگا؟ پھر یہ ہوگا روشی کہ اس آگ کو بجھانے کے لئے سات سمندر بھی ناکافی ہوں گے۔ لہٰذا میں اس سانپ کو بانبی سے باہر نکلنے سے پہلے ہی کیوں نہ ختم کر دوں... اور اسے ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے سر کو کچل دیا جائے۔ یعنی اس تنظیم کے سربراہ کی گردن دبوچ لی جائے"۔

"اوہ... عمران ڈیئر"۔ روشی تحیر آمیز مسرت کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔ "تم یہ سب کچھ بھی سوچ سکتے ہو"۔

"میں آج کل ہر وقت سنجیدہ رہتا ہوں روشی حقیقتاً میں بہت پریشان ہوں میں چاہتا ہوں کہ یہ زہر عام آدمیوں

میں نہ پھیلنے پائے"۔

"روشی اُسے حیرت سے دیکھتی رہی اور عمران خیمے سے نکل آیا... آج وہ شکار کے لئے چڑھائی پر جانا چاہتا تھا۔

کیمپ کے خاردار تاروں کے باہر اسے شکاریوں کا مجمع نظر آیا۔ عمران ان کی طرف توجہ دیئے بغیر چلتا رہا۔

"اے... مسٹر... کیا نام ہے آپ کا"۔ عمران نے کسی کو پکارتے ہوئے سنا اور غیر ارادی طور پر آواز کی طرف مڑ گیا۔

ایک شکاری ہاتھ ہلا کر اسے واپس آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ عمران رک گیا اور وہ شکاری خود ہی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"آگے تارک بابا موجود ہے"۔ اس نے کہا۔

"تارک بابا..." عمران نے احمقانہ انداز میں دہرایا۔ "یہ کیا ہوتا ہے"۔

"اوہ... وہ جانوروں کا بابا ہے"۔

"میں جانوروں کا خالو ہوں"۔ عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

شکاری ہنس پڑا۔ عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ انہیں شکاریوں میں سے ایک تھا جو کچھ دیر پہلے داڑھی والے کے متعلق روشی سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

"آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہے ہیں"۔ اس نے کہا۔ "وہ آپ کو آگے نہیں بڑھنے دے گا اور آپ کے قدموں پر گر پڑے گا... دھاڑیں مار مار کر روئے گا"۔

"اچھا"۔ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"وہ کہتا ہے کہ خدا نے تمہیں آدمی بنایا ہے۔ بے زبان جانوروں پر رحم کرو"۔

"ارے واہ"۔ عمران نے احمقانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدہ ہو کر آہستہ سے بولا۔ "میں اس کے قدموں پر گر جاؤں گا اور دھاڑیں مار مار کر روؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ میں ایک ایسی عورت کا شوہر ہوں جو مجھے بیوقوف سمجھتی ہے اس لئے مجھے جانور تو کیا خود آدمیوں کو بھی مار دینے کا حق حاصل ہے۔ کیا آپ وہی نہیں ہیں، جو ایک داڑھی والے کو تلاش کر رہے تھے"۔

"جی ہاں، میں وہی ہوں"۔

"اور آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ وہ مجھے کس طرح اُلّو بنا رہی تھی"۔

"نہیں جناب... میں نے تو..."

"آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ نے محسوس کیا تھا اور آپ مسکرا رہے تھے"۔

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ پھر مڑا۔ اور شکاری سے بولا۔

"میں یہاں اپنی جان دینے آیا ہوں تاکہ اس عورت سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اگر میں شام تک واپس نہ آؤں تو اسے

بتا دیا جائے گا کہ تیرے گدھے شوہر نے کسی درندے کو کھالیا"۔

شکاری اس طرح خاموش کھڑا تھا جیسے خود اس سے کوئی جرم سرزد ہو گیا۔

پھر عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے کسی فلم کا ناکام عاشق محبوبہ کی بیوفائی کی تاب نہ لاکر افق کے پار چلے جانے کا عہد کر بیٹھا ہو۔

وہ چلتا رہا حتیٰ کہ کیمپ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ راستہ جس پر وہ چل رہا تھا گھنی جھاڑیوں کے درمیان پیچ وخم کھاتا ہوا چڑھائی تک چلا گیا تھا۔ اچانک ایک جگہ عمران رک گیا۔ کیونکہ اس کے سامنے ایک لحیم شحیم بوڑھا آدمی اس انداز میں دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ جیسے اس کا راستہ روک رہا ہو۔ اس کے ٹخنوں سے کمر تک گیروے رنگ کا ایک تہمد لپٹا ہوا تھا اور اوپر کا جسم برہنہ تھا۔ سفید گھنی داڑھی سینے تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ عمر کے اعتبار سے حیرت انگیز طور پر تندرست تھا۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"خدا کے لئے آگے نہ بڑھو"۔ اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔ "جانوروں پر رحم کرنا سیکھو۔ خدا تم پر رحم کرے گا"۔

"واقعی..." عمران خوش ہو کر بولا۔ اب وہ پھر احمق نظر آنے لگا تھا۔

"ہاں"۔ بوڑھا بھی اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"مگر میں تو جنگل میں خیر سگالی کے مشن پر آیا ہوں"۔ عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"خیر سگالی کا مشن..."۔

"جی ہاں.. یہ رائفل کسی لگڑ بگڑ کو اپنی جماعت کی طرف سے تحفتہً پیش کروں گا"۔

"آپ میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں صاجزادے"۔ بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ "آپ میرے منہ پر تھوکئے میرے جسم کو اپنے پیروں تلے کچلیئے لیکن میں آپ کو ادھر نہیں جانے دوں گا۔ وہ بے زبان جانور آپ کی بستی میں نہیں جاتے۔ وہ اپنی تفریح کے لئے آپ کا خون نہیں بہاتے"۔

"اسی لئے تو میں جانوروں کی اتنی عزت کرتا ہوں"۔

"لڑکے بہتر یہ ہے کہ میرا مذاق اڑانے کے بجائے میرے منہ پر تھوک دو"۔

"بڑے میاں کیا تمہیں آدمیوں پر رحم نہیں آتا"۔ عمران نے پوچھا۔

"کیوں"۔

"دنیا میں بہتیرے آدمی، آدمیوں سے جانوروں کا سا برتاؤ کرتے ہیں تم انہیں چھوڑ کر جنگل میں کیوں آئے ہو"۔

"کچھ بھی ہو میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گا"۔ وہ عمران کے پیروں پر گرتا ہوا بولا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے ایک چیخ سنی جو اوپر سے آئی تھی... چڑھائی سے جہاں دور تک سدا بہار درخت بکھرے ہوئے تھے۔

"یہ کسی آدمی کی چیخ تھی..." عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں تھی تو..."

"شاید کسی جانور نے اس پر حملہ کیا ہو"۔

"ہو سکتا ہے"۔ بوڑھا آدمی زمین سے اٹھتا ہوا بولا۔

"آیئے دیکھیں"۔

"ہاں... ہاں... مگر آپ کسی جانور پر رائفل نہیں چلائیں گے"۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بوڑھے کو ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔ چیخ پھر سنائی دی اور عمران آواز کی طرف دوڑنے لگا۔ اس نے کاندھے سے رائفل اتار کر دوڑتے ہوئے دو ہوائی فائر بھی کئے۔ بوڑھا اس کے پیچھے دوڑتا ہوا چیخ رہا تھا۔

"نہیں، نہیں۔ تم فائر نہیں کرو گے"۔

عمران اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے متعلق یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی... پڑھا لکھا چالاک آدمی ہے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ آنے والے انتخاب میں امیدوار کی حیثیت سے کھڑا بھی ہو رہا ہو۔ اس نے اس سے پہلے بھی ایسے بہتیرے تارک اور مہاتما دیکھے تھے اور ان کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ محض شہرت حاصل کرنے کے لئے بہت وقت برباد کر دیتے ہیں اور "خدمت" کا موقع ان "بیچاروں" کو بہت کم ملتا ہے۔

وہ دوڑتا رہا اور پھر ایک جگہ اسے اس طرح رکنا پڑا کہ اس کے جسم کو جھٹکا سا لگا۔ وہ بہت مشاق آدمی تھا۔ ورنہ گر پڑنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی درخت کے تنے سے ٹکرا جاتا۔

اس سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک آدمی پڑا تڑپ رہا تھا اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

عمران جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا زخمی کے ہونٹ انتہائی کرب کے عالم میں کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ دفعتاً اس کے حلق سے ایک لرزا دینے والی چیخ نکلی... یہ تین الفاظ تھے جنہوں نے چیخ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عمران نے صاف سنا تھا اور ان الفاظ کو سمجھنے میں بھی غلطی نہیں کی تھی۔ زخمی نے چیخنے کے انداز میں "رائی کا پربت" کہا تھا اور یہ اس کی آخری چیخ تھی کیونکہ اس کے بعد ہی اس کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔

عمران نے بوڑھے کی طرف دیکھا جو آنکھیں پھاڑے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ کون ظالم تھا"۔ بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ پھر عمران نے اسے لاش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس کے منہ پر منہ مل کر کہہ رہا تھا۔ "میرے بچے میرے لال تمہیں کس نے مارا... اے خدا ...اے خدا... آدمی پر رحم کر... آدمی پر رحم کر میرے معبود۔ اسے انسانیت کی راہ سے نہ بھٹکنے دے"۔

عمران اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ مرنے والے کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ وہی شکاری تھا پچھلی رات بلیک زیرو نے جس کی آستین پھاڑی تھی اور عمران نے مشعل کی روشنی میں جس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھی تھی۔ اس کے سینے پر کسی دھار دار چیز سے حملہ کیا گیا تھا۔ عمران نے اس کے سینے پر دو زخم دیکھے تھے۔

وہ کافی دیر تک حملہ آور کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ پھر لاش کی طرف واپس آیا بوڑھا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے لاش کے قریب دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔

اس ماحول میں وہ آج سے ہزاروں سال پہلے کا آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ نیم عریاں گرانڈیل اور فولاد کے بازور کھنے والا اس کی سفید داڑھی سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔

عمران نے قریب جا کر آہستہ سے اس کا شانہ چھوا بوڑھے نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں کچھ اور زیادہ سرخ ہو گئی تھیں۔

''کیا یہ آپ کا کوئی عزیز تھا''۔ عمران نے پوچھا۔

''کیا تم میرے عزیز نہیں ہو''۔ بوڑھے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا آپ پہلے سے اسے جانتے ہیں''۔

''میں ازل ہی سے سب کو جانتا ہوں۔ فرشتوں نے خدا سے میرے متعلق کہا تھا کہ یہ زمین پر بڑا فتنہ فساد برپا کرے گا اور خود میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا''۔

''دیکھو بڑے میاں یہ ایک آدمی کی لاش ہے۔ کسی جانور کی نہیں اس لئے اگر تم اپنا فلسفہ دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھو تو بہتر ہے''۔

''یہ میری لاش ہے۔ یہ تمہاری لاش ہے۔ یہ ساری دنیا کی لاش ہے۔ میرے خدا میں کیا کروں۔ میں کیا کروں میرے مالک تو نے مجھے سڑے ہوئے کیچڑ سے بنایا تھا لیکن میں غرور سے تن گیا تو نے مجھے زمین پر پھینکا تھا مگر میں ہر وقت آسمان پر رہتا ہوں۔ میرے معبود میں کیا کروں''۔

''تم یہ کرو بڑے میاں کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ابھی تھوڑی دیر بعد جھرگ نار کی چوکی کا ہیڈ کانسٹیبل آئے گا اور تم آسمان سے نیچے اُتر آؤ گے لہٰذا اگر پہلے ہی اتر آؤ تو کیا حرج ہے۔ ہم دونوں کی مٹی پلید ہونے والی ہے اس لئے تمہیں سڑے ہوئے کیچڑ کا بھی مزہ آجائے گا''۔

''کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا''۔ بوڑھے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ لاش صرف میں نے اور تم نے دیکھی ہے۔ لہٰذا پولیس والے ہم دونوں ہی میں سے کسی ایک کو پھانسنے کی کوشش کریں گے''۔

''تو کیا ہوگا... اس سے کیا ہوگا... کیا ساری دنیا کے آدمی پھنس جائیں گے۔ اگر ہم دونوں پھانسی پا جائیں گے تو کیا زندگی ختم ہو جائے گی''۔

''زندگی ختم ہو یا نہ ہو مگر میری نالائق بیوی ضرور بیوہ ہو جائے گی اور میں یہی چاہتا ہوں۔ اچھا اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے''۔

''مجھ پر اس قتل کا الزام عائد کردو''۔ بوڑھے نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اگر میں تمہیں راہ میں نہ روکتا تو شاید یہ بچ بھی

جاتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ خود ہی چوکی والوں کو بلا کر لاؤں گا۔ ان سے کہوں گا کہ مجھ کو گرفتار کرلو۔ اگر تم اس جھنجھٹ سے بچنا چاہتے ہو تو میں تمہارا نام بھی نہ لوں''۔

''مجھے اس زحمت سے بچالو۔ پیارے بابا''۔ عمران نے گھگھیا کر کہا۔

بچالوں گا، صاف بچالوں گا، خواہ خود پھانسی کے تختے پر پہنچ جاؤں۔ بوڑھے نے کہا اور اچھل کر ڈھلان میں دوڑتا چلا گیا۔ اس عمر میں اس کے پھرتیلے پن اور تیز رفتاری پر عمران عش عش کر رہا تھا۔

اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی عمران لاش پر جھک پڑا اور بڑی تیزی سے اس کی جامہ تلاشی لے رہا تھا۔

8

بوڑھے نے عمران کا نام نہیں لیا تھا۔ لیکن عمران پولیس کی تفتیش سے بچ نہ سکا۔ کیونکہ بہتیروں نے عمران کو چڑھائی کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے اس وقت کچھ شکاری بھی چڑھائی پر رہے ہوں۔ لیکن ان کا نام نہیں آنے پایا۔ خود مقتول کے متعلق اس کے ساتھیوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ اس وقت جنگل میں موجود ہے بوڑھا خود ہی چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل کو جائے واردات پر لایا تھا اور اس نے بیان دیا تھا کہ وہ خود ہی اس قتل کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ شکاریوں کو جنگل میں جانے سے نہ روکتا تو شاید وہ آدمی جو اکیلا پڑ گیا تھا اس طرح قتل نہ ہوتا۔

عمران نے محسوس کیا کہ پولیس والے نہ تو اس کے بیان کی تردید کر رہے ہیں نہ اس سے جرح کر رہے ہیں اور نہ اسے بولنے سے روکتے ہی ہیں۔ بس وہ سن رہے تھے اس کی باتیں۔ بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اس کے مقابلے میں بالکل حقیر ہوں۔ بعد میں عمران کو معلوم ہوا کہ اس علاقے کے لوگ اس کا بیحد احترام کرتے ہیں اور اس سے خائف بھی ہیں۔

مزید چھان بین کرنے پر عمران کو معلوم ہوا کہ وہ بہت مشہور آدمی ہے۔ سرکاری حلقوں میں وہ تیاگی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور منجھے ہوئے سیاست دانوں میں اس کا شمار تھا۔ لیکن اب اسے سیاست سے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ بلکہ سماج سدھار کے سلسلے میں اکثر اس کا تذکرہ اخبارات میں آتا رہتا تھا۔

جب تک دوسروں نے عمران کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی چڑھائی پر گیا تھا۔ بوڑھے نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مگر جب اس کا نام آ ہی گیا تو اس نے پولیس والوں کو بتایا کہ جب وہ عمران کو چڑھائی پر جانے سے روک رہا تھا تو اس نے دو چیخیں سنی تھیں۔ چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل نے عمران کا بیان بھی لیا۔ عمران نے اپنا نام میک فلکنس لکھوایا تھا۔

مقتول شکاری کے ان ساتھیوں نے جو پچھلی رات اس کے حمایتی بن گئے تھے بتایا کہ وہ اسے زیادہ دنوں سے نہیں جانتے تھے۔ ان کی ملاقات جھرگ نار ہی میں ہوئی تھی اور اس کے گہرے دوست بن گئے تھے۔

ظاہر ہے ان کے اس بیان پر عمران کی رگ تجسس پھڑکنے لگی ہوگی اور وہ اس فکر میں پڑ گیا ہوگا کہ کسی طرح ان چاروں آدمیوں کے بھی بازو دیکھے جائیں۔

شام سے پہلے پولیس والوں سے چھٹکارا نہ مل سکا۔

اور پھر جب عمران خیمے میں واپس گیا تو روشی نے بتایا کہ توپ نما ٹرانسمیٹر سے کئی بار سیٹی کی آواز آچکی ہے۔

''انہیں شبہ ہوگیا ہے روشی''۔ عمران نے کہا۔ ''اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ شکاری کیوں مارا جاتا اور شاید وہ اسی تصویر کی وجہ سے مارا گیا ہے جس کے دیکھنے کے لئے بلیک زیرو نے اس کی قمیص پھاڑی تھی''۔

''وہ بوڑھا کون تھا''۔ روشی نے پوچھا۔

عمران نے اسے بوڑھے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ ''وہ عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں اس سے پہلے صرف اس کا نام سنتا رہا ہوں''۔

''میں نے بھی سنا ہے کہ وہ اکثر شکاریوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور انہیں شکار کے لئے نہیں جانے دیتا... لیکن وہ شکاری کیوں مار ڈالا گیا''۔

''کسی دن تم بھی اسی طرح مار ڈالی جاؤ گی''۔ عمران اداس ہو کر بولا۔ ''وہ لوگ جو مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں اسی طرح مار ڈالے جاتے ہیں''۔

دفعتاً ایک گوشے میں رکھی ہوئی باسکٹ سے سیٹی کی آواز آئی اور وہ اسی طرف جھپٹا۔

ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے کہا۔ ''تھرٹی تھری گن تھرٹی تھری پلیز اوور''۔

پھر اس نے توپ کا دہانہ کان سے لگایا۔ ''آواز آئی''۔ گن تھرٹی تھری تم کیسے ہو... اُوور...''

''میں نہیں جانتا کہ کتنی دیر کی بے ہوشی کے بعد اٹھا ہوں... اُوور''۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ تم وہاں زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہر سکو گے اُوور''۔

''میں یہیں مر جانا پسند کروں گا۔ اُوور...''

''شاباش... تمہارے جسم میں اچھا خون ہے اور اچھی روح ہے ایک خاص ہدایت سنو اور اسے اپنے حلقے کے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ پہچان کے لئے صرف پاسورڈز کافی ہیں۔ بازو کے نشانات مشتبہ ہوگئے ہیں۔ اُوور...''

''ہدایت کا اعلان کردیا جائے گا... اُوور...''۔

''اُوور اینڈ آل''۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا۔

عمران نے فوراً ہی اپنا ٹرانسمیٹر نکالا اور جولیا کو مخاطب کیا۔

''یس سر''۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

''صفدر اب کیسا ہے''۔

''ٹھیک ہے جناب... اب وہ پھر کہتا ہے کہ میں کام کرنے کے قابل ہوں اس لئے بے کار نہیں بیٹھنا چاہتا''۔

''اچھا تو اسے عمران کے پاس بھیج دو''۔

''بہت بہتر۔ لیکن عمران یہاں کیا کر رہا ہے''۔

''جو کچھ بھی کر رہا ہے بہتر کر رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ تمہیں پچھلی رات ناچنا بہت ناگوار گزرا تھا۔ لیکن وہ بہت

ضروری تھا''۔

''کیا ہمیں اس کا مقصد نہیں معلوم ہو سکے گا''۔

''ابھی نہیں''۔

عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ روشی اسے تشویش کن نظروں سے دیکھتی رہی۔

''ہاں''۔ ٹرانسمیٹر کو صندوق میں رکھ کر اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''وہ شکاری محض اس لئے مار ڈالا گیا کہ پچھلی رات کے ہنگامے میں اس کی آستین پھاڑ ڈالی گئی تھی اور اس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھ لی گئی تھی اس تنظیم کے کسی آدمی کو شبہ ہوگیا ہے کہ کوئی توپ کے نشانات کے متعلق چھان بین کر رہا ہے''۔

''اوہ''۔ روشی کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ''کیا اسے اس بوڑھے آدمی نے نہیں روکا تھا''۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ بوڑھے کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی چڑھائی پر پہنچ گیا ہو''۔

''خاموش رہو شاید صفدر آرہا ہے''۔

''کیا میں اندر آسکتا ہوں''۔ باہر سے آواز آئی۔

''ضرور... ضرور...'' عمران بولا اور روشی کو اشارہ کیا کہ وہ باہر چلی جائے۔

صفدر پردہ اٹھا کر اندر آیا اور روشی باہر چلی گئی۔

''بیٹھئے مسٹر صفدر''۔ عمران نے بید کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ''اب آپ اچھے ہیں میرا خیال ہے کہ اب میں آپ کی بعض خواہشات پوری کر سکوں گا ایکس ٹو کا خیال ہے کہ آپ اس کی پارٹی میں سب سے زیادہ کارآمد آدمی ہیں''۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ بیحد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

''سب سے پہلے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ نے اس آدمی کی لاش کا کیا کیا تھا''۔

''میں نے اسے ایک چھوٹے سے غار میں دفن کر دیا تھا''۔

''گڈ، ہاں تو اب سنیے وہ ننھی سی توپ دراصل ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہے''۔

''اوہ...''

عمران اسے اس کے متعلق بتانے لگا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اس ٹرانسمیٹر کو کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔

''اب میں چاہتا ہوں کہ آپ پھر وہیں واپس جائیں''۔ اس نے کہا۔ ''آپ کو گن تھرٹی تھری کا رول ادا کرنا ہے جو پیغامات آپ کو اس ننھے سے ٹرانسمیٹر پر موصول ہوں انہیں مجھ تک پہنچا دیجئے۔ میرے ٹرانسمیٹر کا نمبر تھری سکس ہے اور آپ اپنے نمبر مجھے نوٹ کرا دیجئے''۔

''تھری تھری''۔ صفدر بولا۔

''ٹھیک آپ کو ایک بیمار آدمی کا رول ادا کرنا ہے مسٹر صفدر... یعنی اس وقت آپ کا بیمار ہونا لازمی ہے۔ جب آپ اس توپ نما ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کرنے لگیں! کچھ کھانسئے... کراہیے... آواز بھرائی ہوئی سی ہونی چاہئے تاکہ شناخت نہ

کی جاسکے"۔

"میں سب سمجھ رہا ہوں"۔ صفدر سر ہلا کر بولا۔

"آپ کو خوف تو معلوم نہیں ہوتا"۔

"ہرگز نہیں۔ کیا آپ میری توہین کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔ صفدر کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"بس مسٹر صفدر... جب آپ کو واپس بلانا مقصود ہوگا تو آپ کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی جائے گی... اور وہاں جب بھی آپ کسی قسم کا خطرہ محسوس کریں مجھے فوراً اطلاع دیں۔ آپ کی مدد کی جائے گی اس کا ذمہ ایکس ٹو نے لیا ہے"۔

تھوڑی دیر بعد صفدر چلا گیا اور عمران نے اپنا ٹرانسمیٹر نکالا توپ نما ٹرانسمیٹر وہ صفدر کے حوالے کر چکا تھا۔ اپنے ٹرانسمیٹر پر اس نے کیپٹن خاور کو متوجہ کیا۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"صفدر کہیں جانے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر نظر رکھو"

"کیا اسے روک دوں جناب"۔

"نہیں۔ اس کا تعاقب کرو مگر اس طرح کہ اسے علم نہ ہونے پائے تم اپنی ضروریات کا مختصر سامان بھی ساتھ لے لینا۔ ممکن ہے صفدر کا سفر طویل ہو جائے"۔

"بہت بہتر جناب"۔

"جہاں بھی وہ قیام کرے اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تم بھی اپنے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لینا"۔

"بہت بہتر جناب ایسا ہی ہوگا"۔

"بس"۔ عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ روشی اس کے قریب ہی کھڑی سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آخر اس سے کیا فائدہ صفدر پر یہ بات کیوں نہ ظاہر ہو کہ وہاں اس کا کوئی مددگار بھی موجود ہے"۔

عمران مسکرایا۔ مسکراتا ہی رہا اور پھر بولا۔ "تم جانتی ہو کہ ایکس ٹو عمران ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ عمران سے حماقتیں سرزد نہ ہوں"۔

"مگر آج کل تو تم بیحد سنجیدہ نظر آرہے ہو"۔

"فکر نہ کرو۔ یہ بھی ایک طرح کی حماقت ہی ہے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ میں اس طرح اپنی صحت تباہ کر رہا ہوں... اگر میں ایک دن سنجیدہ رہتا ہوں تو دوسرے دن میرا وزن کم از کم تین پونڈ ضرور گھٹ جاتا ہے"۔

"مجھے خاور اور صفدر والی حماقت کا مقصد بتاؤ"۔

"کیوں نہ میں تمہیں اپنی اور تمہاری حماقت کا مقصد بتاؤں"۔

"چلو یہی بتادو"۔ روشی مسکرائی۔

"میری اور تمہاری حماقت کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری شکل دیکھ دیکھ کر بور ہوتا رہوں"۔

"تم جاؤ جہنم میں۔ میں ابھی اسی وقت یہاں سے واپس جاؤں گی"۔ روشی جھلا گئی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں تمہاری شکل یاد کر کے بور ہوتا رہوں گا"۔

"خود بڑے حسین ہیں"۔ روشی بُرا سا منہ بنا کر جلے بھنے لہجے میں بولی۔

"کاش میں نے اپنے حسن سے فائدہ اٹھایا ہوتا"۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یقین مانو اگر مجھے اس کا موقع ملا ہوتا تو اس وقت ڈیڑھ درجن باپوں کا بچہ ہوتا... ارر... ہپ یعنی... بچوں کا باپ ہوتا"۔

"بکواس مت کرو۔ تم خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے ہو"۔ روشی نے کہا اور خیمے سے نکل گئی۔ اس نے یہاں کئی دوست بنا لئے تھے۔

عمران بھی اٹھا اور الگنی سے کوٹ اتار کر پہننے لگا۔

9

جولیا اپنے خیمے میں تنہا تھی۔ عمران نے پردہ ہٹایا اور اس سے اجازت طلب کئے بغیر اندر داخل ہوگیا۔ جولیا اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ اب عمران سے ملاقات ہونے پر اس کی اچھی طرح خبر لے گی۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کی شکل دیکھتے ہی سارا غصہ کافور ہوگیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ عمران سے کئی باتیں اگلوانے کے چکر میں رہی ہو۔ اسی لیے بدمزاجی کا مظاہرہ کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔

"کل کے بعد اب دکھائی دیئے ہو"۔ اس نے مسکرا کر شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

عمران اس طرح پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا جیسے جولیا نے یہ بات کسی دوسرے سے کہی ہو۔ پھر متحیرانہ انداز میں بولا۔

"مجھے تو کوئی بھی نظر نہیں آیا"۔

"کون؟ کیا کہہ رہے ہو"۔

"تم نے یہ بات کس سے کہی تھی"۔

"تم سے"۔

"مجھ سے"۔ عمران اپنے سینے پر داہنے ہاتھ کا انگوٹھا مارتا ہوا بولا۔

اگر تم نے یہ بات مجھ سے کہی ہے تو..."۔

"تم ہمیشہ فضول باتیں چھیڑ دیتے ہو اور کام کی باتیں رہ جاتی ہیں"۔

"اچھا تو آج نہ رہ جائیں کام کی باتیں"۔ عمران سر ہلا کر بولا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے پچھلی رات کیوں پریشان کیا تھا"۔

"میں نے تمہیں پریشان کیا تھا یا تم نے مجھے پریشان کیا تھا"۔

"میں نے کیا پریشان کیا تھا"۔

"تم بہت اچھا ناچ رہی تھیں۔ لیکن چوہان بالکل کسی گدھے کی طرح اکارڈین بجا رہا تھا"۔

"یہ ناچ کیوں ہوا تھا؟"

"دیکھنے کے لئے مس فٹزواٹر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگ کتنے محظوظ ہو رہے تھے"۔

"تمہیں کیا حق تھا کہ مجھے اس طرح ذلیل کرو"۔ جولیا کو غصہ آ گیا۔

"تم کتنا اچھا ناچتی ہو"۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اگر ایکس ٹو کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں دیکھتی"۔

"ہائیں، تو کیا ابھی تک تم نے میری طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں"۔

"تم نے تنویر کو کیوں مارا تھا۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ کیا ایکسٹو تمہیں اس کے لئے معاف کر دے گا"۔

"نہ معاف کرے گا تو اسے بھی ماروں گا"۔

"تنویر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

"تو پہلے ہی کب اس نے مجھے زندہ چھوڑا ہے"۔

"تم نہیں بتاؤ گے"۔

"کیا"۔

"یہاں ہم لوگوں کی آمد کا مقصد"۔

"میں تو چاند میں شہد لگا کر چاٹنے آیا ہوں"۔

"کیا مطلب"۔

"ہنی مون، عمران نے کہا اور شرما کر سر جھکا لیا۔ اس کے کانوں کی لوئیں تک سرخ ہو گئیں۔ بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے وہ یک بیک جنس تبدیل کر کے کوئی کنواری لڑکی بن گیا ہو۔

"کیا مطلب"۔

"ہنی مون کا مطلب پوچھتی ہو"۔ عمران اسی انداز میں سر جھکائے ہوئے بڑبڑایا۔

"اوہ۔ تو تم نے شادی کر لی ہے روشی سے"۔

"کیا؟" عمران یک بیک اچھل پڑا۔ وہ جولیا کو غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ تم میرے دوستوں کی دشمن ہو"۔

"کیا بات ہوئی"۔

"بات یہ ہوئی کہ جس لڑکی سے میری شادی ہونے والی ہو اس کے لئے یہی بہتر ہو گا کہ اسے کسی چھوٹے سے صندوق میں بند کر کے اس کا دم گھٹ جانے کا انتظار کیا جائے... پھر اگر تم میرے کسی دوست کے لئے یہ سوچو تو میں کیا سمجھوں گا"۔

"تم سے خدا ہی سمجھے گا"۔ جولیا دانت پیس کر بولی۔ "تم مجھے بور کرنے کیوں چلے آتے ہو"۔

"میں تو تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ تم واقعی بہت اچھا ناچتی ہو۔ میں کسی موقع پر تمہیں رات بھر نچاؤں گا"۔

"میں تمہیں گولی مار دوں گی"۔

"تم جانتی ہو کہ گولیوں سے بچنے کا آرٹ مجھے آتا ہے"۔

"جاؤ خدا کے لئے مجھے بور نہ کرو۔ اگر تم اسی طرح ایکس ٹو کے لئے کام کرتے رہے تو میں جلد استعفیٰ دے دوں گی"۔

"پھر کیا میں تم سے ملنا چھوڑ دوں گا۔ تم جانتی ہو جب تم سے نہیں ملتا تو میری کیا حالت ہوتی ہے"۔

"کیا حالت ہوتی ہے؟" جولیا نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا یک بیک اس کے چہرے سے جھلاہٹ کے آثار غائب ہو گئے تھے۔

"میں بیحد خوش رہتا ہوں"۔ عمران بے حد خوش ہو کر بولا۔

"اور جولیا کے چہرے پر پہلے تو خفت کی زردی نظر آئی اور پھر وہ بہت زیادہ جھلا گئی۔

"بس اب جاؤ... یہاں سے... نکلو..."۔

"ایکس ٹو کی خواہش ہے کہ تم مجھے کبھی کبھی خود کو بور کرنے کی اجازت دے دیا کرو"۔

"ختم کرو"۔ جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "جنگل میں جو لاش ملی تھی اس کے پاس تم موجود تھے کیا قصہ ہے"۔

"قصہ! بہت دیر بعد تمہیں یاد آیا۔ یہ حال ہے کارکردگی کا"۔ یک بیک عمران کا موڈ بالکل بدل گیا۔

"کارکردگی، جہنم میں گئی کارکردگی۔ ہمیں علم کس بات کا ہوتا ہے ہم کیا جانیں کہ کب کیا ہوتا ہے اور کسی واقعے کا ہماری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے"۔

"اب میں تم سے کہتا ہوں کہ مرنے والے کے ساتھیوں کا پتہ لگاؤ ان کی تعداد اس کیمپ میں کتنی ہے؟"

"میں کیسے پتہ لگاؤں گی؟"

"جیسے باتیں بناتی ہو۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم لوگ یہاں شکار کھیلنے کے لئے بھیجے گئے تھے"۔

"یقیناً جب تک ہمیں حالات کا علم نہ ہو ہم یہی سمجھیں گے"۔

"اتنا ہی علم کافی ہے کہ میں تمہیں یہ کام سونپ رہا ہوں کہ تم مرنے والے کے ساتھیوں کا پتہ لگاؤ"۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "بس میں یہ کہنے آیا تھا مجھے کل نو بجے تک رپورٹ چاہئے"۔

"مگر ان لوگوں کو تم جانتے ہی ہو گے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا ان پانچ آدمیوں نے اپنا بیان پولیس کو دیا ہے"۔

"یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف وہی پانچ ہوں"۔ عمران نے کہا اور خیمے سے نکل آیا۔

☆☆

شام کو بوڑھا آدمی پھر کیمپ میں نظر آیا۔ مگر اس کی حالت مجنونوں کی سی تھی وہ چاروں طرف چیختا پھر رہا تھا۔ کبھی تو اس کی آواز اتنی بے ہنگم ہو جاتی تھی کہ زبان سے ادا ہونے والے الفاظ صاف نہیں سمجھے جا سکتے تھے ...اور کبھی سب کچھ صاف سنا جا سکتا تھا۔

آخر کار وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے گرد بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی اور وہ بُری طرح ہانپ

رہا تھا۔

اچانک وہ داہنا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم سب جانوروں کا خون بہا کر خوش ہوتے ہو۔ مگر میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ ایک دن تمہارا بھی خون اسی طرح بہے گا۔ تم جانوروں کی طرح ذبح کر ڈالے جاؤ گے۔ میں ایک بہت بڑے خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔ فضا میں بارود کے دھوئیں کی مہک میں ابھی سے محسوس کر رہا ہوں حالانکہ خطرہ ابھی کچھ دور ہے“۔

”کیا یہ تیسری جنگ کی پیش گوئی ہے بابا“۔ کسی نے پوچھا۔

”نہیں یہ اس جنگ کی خبر ہے جب بیٹا باپ کو مارے گا... باپ بیٹے کی ٹانگیں چیر کر پھینک دے گا۔ بھائی بھائی کا گلا گھونٹے گا... اور سنو گے؟“

”یہ کون سی جنگ ہوگی بابا“۔ پھر کسی نے پوچھا۔

”یہ جنگ نہیں ہوگی۔ خدا کا قہر ہوگا۔ یہ بھی کوئی جنگ ہوئی کہ ایک جسم سے تعلق رکھنے والے دو ہاتھ ایک دوسرے کو نوچ کر رکھ دیں۔ کیا یہ خدا کا قہر نہیں ہوگا۔ اگر تم اپنا سارا جسم اپنے ہی دانتوں سے لہولہان کر ڈالو“۔

دفعتاً مجمع سے ایک چیخ بلند ہوئی اور لوگ اچھل اچھل کر منتشر ہونے لگے لیکن بات صرف اتنی سی تھی کہ ایک احمق نے اپنے ہی دانتوں سے اپنی کلائی لہولہان کر لی تھی اور اب اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے اس کی حماقت کا کوئی جواب ہی نہ ہو جو لوگ اسے پہچانتے تھے بیساختہ ہنس پڑے۔

ٹھیک اسی وقت ایک یوریشین عورت چیختی ہوئی مجمع میں داخل ہوئی اور زخمی آدمی کی کلائی پکڑ کر اور زیادہ چیخنے لگی... وہ بوڑھے کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔

”تمہارے جسم میں کوئی خبیث روح ہے، بوڑھے تم نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ تم قاتل ہو، تم لوگوں کو مجبور کرتے ہو کہ وہ خود ہی اپنی گردنیں کاٹ ڈالیں“۔

بوڑھا چند لمحے حیرت سے منہ پھاڑے اسے گھورتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم سچ کہتی ہو میری بچی میں انتہائی گنہگار آدمی ہوں کہ میرے جسم میں کسی خبیث روح کا شبہ ہونے لگے۔ میں بہت گنہگار ہوں، میری بچی... ہاں میں نے قانون کے محافظوں سے کہا تھا کہ میں ہی اس بدنصیب کا قاتل ہوں۔ لیکن انہوں نے مجھے گرفتار نہیں کیا“۔

”خاموش اے واہیات عورت“۔ اس احمق آدمی نے کہا۔ جس نے اپنی کلائی زخمی کر لی تھی۔ ”اگر تو نے بابا کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ اپنی زبان سے نکالا تو میں اس وقت... کیا کروں گا؟“

وہ اس طرح خاموش ہو کر سوچنے لگا جیسے سچ مچ اسے یاد نہ آرہا ہو کہ اسے اس وقت کیا کرنا تھا۔

”کیا تم دونوں“۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”شوہر اور بیوی ہو“۔

”ہاں“۔ احمق شکاری سر ہلا کر بولا۔ ”یہ میری شوہر اور میں اس کا بیوی ہوں“۔

دوسرے لوگ ہنس پڑے اور عورت دانت پیسنے لگی۔

وہ احمق آدمی کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتی ہوئی بولی۔ ”چلو یہاں سے... ہٹو... تمہارا دماغ بالکل خراب ہو گیا ہے“۔

بوڑھا انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ دوسرے شکاری بے تحاشہ ہنس رہے تھے۔ اس بھیڑ میں جولیا بھی تھی۔ لیفٹننٹ صدیقی، چوہان اور سارجنٹ نعمانی بھی تھے۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے۔ عمران اور روشی کی یہ مشترکہ حماقت کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکی۔ کچھ دیر بعد بوڑھے نے کہا ”ہٹ جاؤ، میرے بچو... مجھے راستہ دو... لیکن میرے پیچھے کوئی بھی نہ آئے“۔

لوگ ہٹ گئے۔ بوڑھا آگے بڑھا۔ وہ اسی طرف جا رہا تھا۔ جدھر عمران اور روشی کا رخ تھا۔ بعض لوگوں نے بوڑھے کے پیچھے جانا چاہا مگر دوسروں نے روک دیا۔

روشی اور عمران خیمے میں داخل ہو چکے تھے۔ بوڑھے نے باہر سے بلند آواز میں کہا۔ ”میری بچی تم مجھے خبیث کہہ سکتی ہو... لیکن میرے بچے کی توہین نہیں کر سکتیں“۔

”ارے جاؤ... اپنا راستہ دیکھو“۔ اندر سے روشی کی آواز آئی۔ ”میں ان کا قیمہ کر کے ڈال دوں گی... دیکھتی ہوں میرا کوئی کیا بگاڑ لیتا ہے“۔

”میں تمہارا آملیٹ بنا کر کھا جاؤں گا۔ تم قیمہ کر کے دیکھو تو“۔ عمران کی خوفزدہ سی آواز آئی۔ ”میرے پیارے بابا... اندر آجاؤ... ورنہ یہ عورت مجھے قتل پر مجبور کر دے گی“۔

”تمہارے شوہر کی اجازت سے میں اندر آرہا ہوں میری بچی!“ بوڑھے نے کہا اور خیمے میں داخل ہو گیا۔ عمران ایک کرسی پر پڑا ہانپ رہا تھا اور روشی اس انداز میں کھڑی ہوئی تھی جیسے اس سے پہلے بھی دو چار طمانچے جھاڑ چکی ہو۔

”تم کون ہوتے ہو دوسروں کے معاملات میں دخل انداز ہونے والے“۔ روشی بوڑھے پر پلٹ پڑی۔

”تم دوسرے نہیں اپنے ہی ہو تم دونوں میرے بچے ہو مجھے تم دونوں سے ہمدردی اور محبت ہے اور اگر تم ایسا نہیں سمجھتیں میری بچی... تو مجھ پر پتھر چلاؤ اتنے پتھر مارو کہ میں یہیں ہلاک ہو جاؤں“۔

”ذرا مار کر تو دیکھے... میں اس کا آملیٹ...“۔

”نہیں میرے بچے“۔ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم مت بولو“۔

”نہیں اسے بھی بولنے دو اور تم بھی بولو...“ روشی آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں تم سے صرف یہ کہنے آیا ہوں میری بچی کہ تم میں مشرق کا بھی خون ہے اس لئے اپنے اجداد کی روحوں کو شرمندہ نہ کرو تمہارا تعلق اس مشرق سے ہے جہاں عورتیں اپنے شوہروں کو پوجتی ہیں“۔

”تم سیدھے بیٹھ جاؤ، میں تمہاری پوجا کروں گی“۔ روشی عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

”بابا میں اپنی پوجا کرانا نہیں چاہتا“۔ عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔

”تم اور بابا دونوں جہنم میں جاؤ“۔ روشی نے چیخ کر کہا اور خیمے سے باہر چلی گئی۔

عمران بیٹھا منہ بسورتا رہا اور بوڑھا سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ اس کا سر سینے پر جھکا ہوا تھا۔ چوڑے چکلے بازوؤں کی مچھلیاں کچھ اور ابھر آئی تھیں۔

''بابا'' عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ابھی تم باہر کیا کہہ رہے تھے۔ جسے سن کر میرا دماغ قابو میں نہ رہا اور میں نے''۔

عمران نے اسے اپنی زخمی کلائی دکھاتے ہوئے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

''میں تمہارے سینے میں ایک دردمند دل دیکھتا ہوں بچے... میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ ایک بہت بڑا فتنہ سر اٹھانے والا ہے۔ میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں۔ لیکن لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ کبھی ملک میں بہت بڑے بڑے سیاست دان میری باتیں بہت غور سے سنتے تھے لیکن آج وہ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ مجھ سے گفتگو بھی کریں میں اگر کسی کو یقین بھی دلانا چاہتا ہوں کہ ملک کی فضا مکدر ہونے والی ہے تو وہ مجھے قہقہوں میں اڑا دیں گے۔ لیکن میری آنکھیں نہ جانے کیا کیا دیکھ رہی ہیں''۔

''کیا دیکھ رہی ہیں بابا۔ مجھے بھی بتاؤ''!

''بتانے سے فائدہ''۔ بوڑھا ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''تم بھی میری طرح اپنا سر پیٹتے پھرو گے اور کوئی تمہاری باتوں پر یقین نہیں کرے گا''۔

''ہوسکتا ہے میں سر پیٹنے کے بجائے ٹھوس کام کرسکوں، چیونٹی کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہئے بابا''۔

''بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ تم کبھی احمق معلوم ہوتے ہو اور کبھی عقلمند''۔

بوڑھا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''اچھا یہ بتاؤ تمہیں اس مرنے والے کی آخری چیخ یاد ہے''۔

''ہاں شاید یاد ہے''۔

''اس نے کیا کہا تھا''۔

''شاید ملائی کا شربت کہا تھا''۔

''نہیں رائی کا پربت کہا تھا''۔

''ہوسکتا ہے یہی کہا ہو''۔ عمران سر ہلا کر کہا۔ ''مجھے شربت ہی یاد ہے میرے دادا جب مرنے لگے تھے تو انہوں نے سنگترے کا شربت مانگا تھا۔ اسی لئے میں نے کہا شاید اس نے بھی کسی قسم کا شربت ہی مانگا ہو۔ ملائی کا شربت''۔

عمران خاموش ہوکر منہ چلانے لگا۔ جیسے سچ مچ ملائی کے شربت کی لذت محسوس کر رہا ہو۔

بوڑھا چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''بھلا تم کیا کرسکو گے۔ تمہارا حافظہ بھی درست نہیں ہے''۔

''میں شربت کو پربت تسلیم کرلوں تو میرا حافظہ درست ہے۔ ورنہ نہیں ہے''۔ عمران نے بُرا مان کر کہا۔

''لیکن کیا آپ بتائیں گے مرتے وقت پربت چبانے کی خواہش ہوتی ہے یا شربت پینے کی''۔

''اس نے رائی کا پربت کہا تھا''۔

''رائی...'' عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا اور پھر ہنس پڑا ''واہ رائی کا پربت... بھلا کیا بات ہوئی۔ ہوسکتا ہے اس نے رائی کی وہسکی مانگی ہو''۔

''اس نے رائی کا پربت کہا تھا''۔ بوڑھے نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ پھر مضطربانہ انداز میں خیمے کے دروازے تک گیا اور باہر جھانک کر پھر واپس آگیا۔

''میں نے سوچا ممکن ہے کہ کوئی ہماری باتیں سن رہا ہوں''۔ اس نے کہا۔ چند لمحے معنی خیز انداز میں عمران کو گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ ''میرے بچے تم خود کو بیوقوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ میری روح جو دوسری روحوں کو اچھی طرح پہچانتی ہے یہی کہہ رہی ہے کہ تم بہت ذہین ہو اور تمہارے اعصاب فولاد کا جواب ہیں''۔

''ہوسکتا ہے''۔ عمران نے لاپروائی سے کہا۔

''اور میری روح اچھی طرح جانتی ہے کہ تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ خطرہ ٹل جائے''۔

''میں مدد کروں گا، مگر خطرے سے بھی تو آگاہ کرو''۔

''چڑھائی پر''۔ وہ آہستہ سے بولا۔ ''میں نے ایک جگہ اسلحہ کا ڈھیر دیکھا ہے اور وہ سب کا سب ساخت کے اعتبار سے غیر ملکی ہے... میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کبھی غار بالکل خالی پڑا رہتا ہے اور کبھی وہاں رائفلوں، مختلف قسم کی گنوں اور بموں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ میں نے اکثر راتوں کو چھپ کر ان پراسرار آدمیوں کو دیکھا ہے، جو اس غار کو کبھی ان چیزوں سے بھر دیتے ہیں اور کبھی خالی کر دیتے ہیں''۔

''آپ نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی''۔

''میں نے کئی بار کوشش کی ہے لیکن وہ مجھے پاگل سمجھتے ہیں ان میں اتنی ہمت کہاں ہے کہ میرے ساتھ چڑھائی پر جاسکیں''۔

''کیوں''۔

''ان کا خیال ہے کہ بُری روحیں میرے قبضے میں ہیں اور میں ان لوگوں کو چڑھائی پر لے جا کر ان کی بھینٹ چڑھا دوں گا''۔

''کیا یہ میں نہیں سوچ سکتا''۔

''نہیں میری روح تمہارے اندر جھانک رہی ہے۔ وہاں اسے ضعیف الاعتقادی کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آئی''۔

''چلو... میں چلا جاؤں گا تمہارے ساتھ''۔

''تنہا...؟'' بوڑھے نے پوچھا۔

''نہیں''۔ عمران آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ''اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے چلوں گا اور اسے وہیں کہیں مار کر ڈال دیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی''۔

''بیکار باتیں نہ کرو۔ تم اپنے دوستوں کو بھی لے چلو۔ ہوسکتا ہے وہاں کوئی خطرناک صورت بھی پیدا ہوجائے۔ مثلاً ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہوجائے، جو وہاں اسلحہ لے آتے ہیں''۔

''اچھی بات ہے میں اپنے دوستوں کو بھی لے چلوں گا''۔

''لیکن ایسے ہی آدمیوں کو جن پر تمہیں پورا اعتماد ہو''۔

''تم اس کی فکر نہ کرو''۔ عمران نے کہا۔

روانگی رات پر ٹھہری۔ بوڑھے نے کہا تھا کہ اس کام کے لئے رات ہی مناسب ہوگی۔

10

صفدر غار سے باہر نکلا۔ چاروں طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی اور ہوا بڑی خوشگوار تھی۔ اس نے دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور ایک پتھر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا... غار کے اندر وہ گھٹن سی محسوس کرتا تھا لیکن دن کو وہ غار سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ابھی تو کھانے پینے کا مسئلہ بھی آسان ہی تھا کیونکہ وہ اپنے ساتھ مچھلی اور گوشت کے بند ڈبے ساتھ لایا تھا پچھلی بار اس نے یہاں ایک ماہ گزارا تھا۔ اس لئے اچھی طرح جانتا تھا کہ ان ڈبوں کے ختم ہو جانے پر بھی کھانے کا مسئلہ کچھ ایسا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ نالے کے جنوب والے جنگل میں ایسے پرندے بکثرت ملتے ہیں جن کا گوشت لذیذ بھی ہوتا ہے اور زود ہضم بھی۔

لیکن وہ توپ نما ٹرانسمیٹر اس کے لئے وبال جان ہو گیا۔ وہ بعض اوقات سوچنے لگتا کہ کہیں اس کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکل جائے آج ہی وہ تین بار گفتگو کرتے وقت ہچکچایا تھا اور اسے یقین نہیں تھا کہ اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کے سوالات کے صحیح جوابات دیئے تھے۔

چاندنی بڑی خوشگوار تھی لیکن صفدر کا ذہن اس سے بے پرواہ اپنی موجودہ مہم کے متعلق سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کا اختتام کہاں اور کس طرح ہو۔ اسے پورے حالات سے آگاہی بھی نہیں تھی۔

دفعتاً وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔ لیکن قبل اس کے وہ سنبھلتا اسے اپنے چاروں طرف چار رائفلیں نظر آئیں۔ ظاہر ہے کہ وہ رائفلیں آسمان سے نہیں ٹپکی تھیں۔ بلکہ وہ چار آدمی ہی تھے جنہوں نے ان کا رخ اس کی طرف کر رکھا تھا۔

''پربت'' وہ چاروں بیک وقت بولے۔

''گن تھرٹی تھری''۔ صفدر نے بیساختہ کہا۔ لیکن اس کے جواب میں اس نے چار قہقہے سنے اور لفظ پربت پھر دہرایا گیا۔ صفدر نے پھر وہی گن تھرٹی تھری کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں چار رائفلیں اس کے جسم سے آلگیں۔

''تم کون ہو''۔ ایک نے گرج... کر پوچھا۔

''گن تھرٹی تھری''۔

''یہ کیا بلا ہے''۔

لیکن صفدر نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اس کے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھ گئے تھے۔ اسے اتنا موقع بھی تو نہیں ملا تھا

کہ وہ جیب سے اپنا ریوالور ہی نکال لیتا۔

''اسے غار کے اندر لے چلو''۔ ایک نے کہا۔

صفدر کے جسم پر رائفل کی نالوں کا دباؤ بڑھ گیا۔ اسے غار کی طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ وہ ایک بے جگر آدمی تھا۔ مگر اس وقت ہاتھ پیر ہلانے کا یہی مطلب ہوتا کہ اس کا جسم چھلنی ہو جائے۔ وہ چپ چاپ غار میں چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کاش مرنے سے پہلے وہ ایکسٹو کو اس نئی افتاد کی اطلاع دے سکتا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ دھوکہ میں رہ کر اس کا کام بگڑ جاتا۔

صفدر کو زمین پر گرا دیا گیا۔ ایک رائفل کی نال اس کے سینے پر رکھ دی گئی اور دو آدمیوں نے اس کی جامہ تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک ریوالور اور توپ نما ٹرانسمیٹر برآمد ہوئے۔

''تھرٹی تھری کہاں ہے''۔ ایک نے پوچھا۔

''میں تھرٹی تھری ہوں''۔ صفدر بھی اسی انداز میں غرایا۔ ''اب یہ مذاق ختم کرو ورنہ نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے''۔

''پربت''۔ اسی آدمی نہ کہا۔

صفدر کچھ نہ بولا اور وہ لوگ پھر ہنسنے لگے۔ لیکن ایک آدمی جو دوسروں سے خونخوار معلوم ہوتا تھا، غرایا ''تمہیں کس نے بھیجا ہے''۔

''جس نے تم جیسے احمقوں کو ایسی خدمات سپرد کی ہیں جنہیں تم انجام نہ دے سکو''۔ صفدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اسے مار ڈالنا چاہئے''۔ ایک آدمی نے مشورہ دیا۔ ''اس سے کچھ اگلوا لینا بہت مشکل کام ہوگا۔ وقت نہ برباد کرو۔ ہو سکتا ہے یہ تنہا نہ ہو''۔

''یارو کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے''۔ صفدر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''تم ہمیں بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ اب اسی پر تمہاری زندگی اور موت کا انحصار ہے کہ ہمیں سب کچھ بتا دو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے''۔

''تم نشے میں معلوم ہوتے ہو''۔ صفدر پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ ''پاگل ہو گئے ہو جاؤ یہاں سے نکلو... یہاں سے ...تم دشمن ہو... غدار ہو... حکومت سے مل گئے ہو''۔

دفعتاً پشت سے آواز آئی۔ ''تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اگر کسی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہیں ڈھیر ہوگا''۔

وہ سب سناٹے میں آگئے اور صفدر نے آہستہ سے اپنے سینے پر رکھی ہوئی رائفل کی نال ایک طرف ہٹا دی۔

''کیا تم نے نہیں سنا۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ، رائفلیں زمین پر ڈال دو''۔ پھر کہا گیا۔

ان پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اس بار صفدر نے بولنے والے کی آواز صاف پہچان لی۔ یہ کیپٹن خاور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

صفدر نے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے

تھے۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے ان کی جامہ تلاشی لی اور ان کی جیبوں سے مختلف قسم کی چیزیں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔ ایک کی جیب سے ویسا ہی توپ نما ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا جیسا صفدر کے پاس تھا۔

کیپٹن خاور نے اپنی پشت پر بندھے ہوئے تھیلے سے ریشم کی ڈور کا لچھا نکالا اور پھر وہ ایک ایک کر کے انہیں باندھنے ہی جا رہا تھا کہ غار کے دہانے کے قریب سے قدموں کی آوازیں آئیں۔

یہاں ایک موم شمع تھی جس کی روشنی اتنے بڑے غار کے لئے ناکافی تھی آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ صفدر جھپٹ کر غار کے دہانے کی طرف آیا۔ لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ آنے والے کئی تھے اور شاید انہوں نے سچویشن کو بھی سمجھ لیا تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحہ میں ان میں سے ایک نے خاور پر فائر جھونک دیا۔ مگر خاور محفوظ رہا کیونکہ اس نے انہیں دیکھتے ہی پوزیشن لینے کی کوشش کی تھی ادھر صفدر نے دو فائر کئے دو چیخیں غار میں گونجیں اور پھر وہ بھی اچھل کر اسی پتھر کے پیچھے پہنچ گیا جس کے پیچھے خاور نے پوزیشن لی تھی۔

خاور کی گولی موم شمع پر پڑی اور غار میں اندھیرا ہو گیا اور اس اندھیرے میں فائروں کی آوازیں گونجتی رہیں۔

''خاور نکل چلو یہاں سے''۔ صفدر آہستہ سے بولا۔

''دہانے کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا''۔ خاور نے کہا۔

''دوسرا راستہ''۔

''تو ٹھیک ہے''۔

''میرا کوٹ پکڑ لو''... اور چپ چاپ میرے پیچھے چلے آؤ''۔ صفدر نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ ٹٹولتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور خاور اس کے کوٹ کا دامن پکڑے ہوئے تھا۔

تھوڑی دیر بعد انہیں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا نصیب ہوا۔ باہر پہلے ہی کی طرح چاندنی بکھری ہوئی تھی لیکن جیسے ہی انہوں نے دہانے سے سر ابھارا کئی گولیاں سنسناتی ہوئی ان پر سے گزر گئیں۔

''نکلو''۔ خاور جلدی سے بولا۔ ''ورنہ چوہوں کی طرح مار لئے جائیں گے''۔ خاور سب سے پہلے اوپر آیا۔ مگر وہ چٹان سے چپکا ہوا تھا۔ پھر صفدر نے بھی اس کی تقلید کی۔

کچھ دیر پہلے کی چاندنی اب صفدر کو بیحد گراں گزر رہی تھی کیونکہ اب یہی چاندنی ان کی موت کا سبب بھی بن سکتی تھی۔

چٹان پر لیٹ جانے کی وجہ سے وہ ایک دوسری چٹان کی اوٹ میں ہو گئے تھے ویسے اب انہیں فائروں کے ساتھ ہی ساتھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ دفعتہً خاور چٹان کا سرا تھام کر دوسری طرف لٹک گیا۔ صفدر نے نیچے دیکھا نچلی چٹان پر کود جانا مشکل کام نہیں تھا اس طرح وہ کم از کم وقتی طور پر تو محفوظ ہی ہو سکتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خاور نیچے کود گیا! پھر صفدر نے بھی دیر نہیں لگائی۔

بائیں جانب ڈھلان تھی اور وہ راستہ کچھ ایسا تھا کہ وہ اس پر دوڑ بھی سکتے تھے۔

خاور نیچے اترتا چلا گیا۔ فائروں کی آوازیں وہ اب بھی سن رہے تھے۔ لیکن وہ سب کچھ دہشت زدہ کرنے کے لئے تھا۔ اگر انہوں نے ان دونوں کو دیکھ لیا ہوتا تو ایک آدھ گولی ادھر بھی آتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ راستہ طے کرتے رہے۔ جو انہیں نامعلوم گہرائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ اکثر انہیں یقین ہو جاتا کہ اب وہ کسی سطح زمین پر کچھ دیر ٹھہر سکیں گے۔ لیکن جب وہ اس مسطح جگہ کے قریب پہنچتے تو وہ محض نظر کا دھوکہ ثابت ہوتی اور انہیں اپنا سفر جاری رکھنا پڑتا۔ فائروں کی آوازیں گو اب بھی آ رہی تھیں۔ لیکن ان کا فاصلہ یہاں سے بہت زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

کچھ دیر بعد انہوں نے پانی بہنے کی آواز سنی۔

''اوہ...'' صفدر نے کہا۔ ''ہم تو نالے کے قریب آ نکلے۔ اوپر یہ ایک چٹان کی دراڑ میں غائب ہو جاتا ہے اور شاید اس نالے کا سلسلہ جھرگ نار تک پھیلا ہوا ہے''۔

خاور کچھ نہ بولا۔ پھر نالے کے قریب ہی انہیں بیٹھنے کی جگہ میسر ہو سکی۔ یہیں سے جنوب کی طرف نالے کے کنارے کنارے دور تک مسطح زمین کا سلسلہ پھیلا چلا گیا تھا۔

وہ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے اور پھر جنوب کی طرف چل پڑے۔

11

بوڑھا سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے عمران چل رہا تھا۔ پھر چوہان، صدیقی اور نعمانی تھے۔ لیکن ان سب کے پیچھے ایک اور آدمی تھا۔ جس کی موجودگی کا علم عمران کے سوا اور کسی کو نہیں تھا۔ یہ چھٹا آدمی بلیک زیرو تھا۔ جو عمران کی ہدایت کے مطابق بقیہ لوگوں کی لاعلمی میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

روشی اور جولیا اپنے اپنے خیموں میں رہ گئی تھیں اور تنویر مکمل طور پر آرام کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران بوڑھے کے برابر چلنے لگا۔ جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا اور زمین... شاخوں سے چھن کر آنے والی چاندنی کی وجہ سے چتکبری ہو رہی تھی۔

عمران نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا۔

''تم سگریٹ پیو گے بابا''۔ اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

''ہاں... لاؤ... اگر سگریٹ پینا ہے تو یہیں پی لو۔ آگے بہت احتیاط سے چلنا ہوگا''۔

عمران نے سگریٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ایک سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبایا۔ لیکن پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ عمران کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستول چمک رہا تھا۔ اس نے اس کا ٹریگر دبایا اور اس کے سوراخ سے آگ کی زبان نکل پڑی۔

''اوہ لاحول ولاقوۃ...'' بوڑھا ہنسنے لگا۔ ''یہ سگریٹ کا لائٹر ہے تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا''۔

اس نے سگریٹ پستول کی نال سے نکلتی ہوئی آگ سے سلگایا اور وہ پھر چلنے لگے۔

عمران نے اپنے تینوں ماتحتوں کو بھی سگریٹ پیش کئے تھے اور انہیں اس پر حیرت ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے عمران کو کبھی سگریٹ پیتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ اوپر چڑھتے رہے۔ کبھی کبھی کوئی الّو چیخ اٹھتا اور اس کے ساتھ ہی دور سے مختلف قسم کی آوازیں آتیں۔

کچھ دیر بعد بوڑھا بولا۔ ''بس اب احتیاط کی ضرورت ہے سگریٹ وغیرہ بجھا دو اور جھک کر چلو تو زیادہ بہتر ہے۔ ہم بائیں جانب مڑیں گے آگے جھک کر نہ چلے تو نیچے سے دیکھ لئے جانے کا امکان ہے۔ یہاں سے کیمپ صاف دکھائی دے گا''۔

''مجھے تو نہیں دکھائی دیتا''۔ عمران آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔

''ابھی نہیں۔ جب ہم ادھر مڑ کر کچھ دور چلیں گے تو یقینی طور پر دکھائی دے گا''۔

''اوہ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ اس کیمپ میں بھی ان لوگوں کے آدمی موجود ہوں گے''۔

''کیوں؟'' بوڑھا غصیلی آواز میں بولا۔ ''میں شام کو اتنی دیر تک جھک نہیں مارتا رہا تھا۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی... میرا خیال ہے... کہ وہ آدمی جو آج قتل کیا گیا ہے انہیں لوگوں میں سے تھا جو غیر ملکی اسلحہ کی نقل و حرکت کے ذمہ دار ہیں''۔

''آخر کس بنا پر''۔

''اس بنا پر کہ اس نے رائی کا پربت کہا تھا''۔

''وہ ٹماٹر چٹنی بھی کہہ سکتا تھا... کیونکہ مر رہا تھا... پھر... خیر... وہ رائی کا پربت ہی سہی لیکن اس کا مطلب کیا ہوا''۔

''اس کا مطلب! میں نہیں جانتا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ مگر یہ محاورہ صرف انہیں لوگوں میں رائج ہے جب ایک آدمی اپنے گروہ کے کسی دوسرے آدمی سے ملتا ہے تو ''پربت'' کہتا ہے اور دوسرا شاید جواب میں ''رائی کا پربت'' کہتا ہے''۔

''تم نے کہاں سنا تھا''۔ عمران نے پوچھا۔

''میں ایک بار اسی غار کے قریب چھپا ہوا تھا کہ کچھ لوگ بڑے بڑے صندوق اٹھائے وہاں آئے۔ غار سے ایک آدمی نکلا اور اس نے انہیں للکارا... یہ للکار پربت پربت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی جواب میں اس آدمی نے ''رائی کا پربت'' کہا تھا، جو آنے والوں کے آگے چل رہا تھا۔

''اوہ... تو یہ پربت اور رائی کا پربت پاسورڈز ہی ہو سکتے ہیں''۔ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''بہت اچھے''۔ بوڑھا خاموش ہو کر بولا۔ ''میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ تم جو کچھ نظر آتے ہو حقیقتاً وہ نہیں ہو''۔

''ٹھہرو مگر تم اس وقت کیا کرو گے... فرض کرو... ہم نے انہیں دیکھ بھی لیا تو...''۔

''میں تمہیں دکھا کر سبکدوش ہو جاؤں گا۔ پھر تمہارا جو دل چاہے کرنا میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ اس معاملے میں کبھی میرا نام بھی لیا جائے۔ ان سیاست دانوں اور بڑے آدمیوں کا دل نہ توڑنا جو مجھے اب کسی قابل نہیں سمجھتے۔ انہیں

یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ اس بہت بڑے خطرے کی بو میں نے سونگھی تھی۔ مجھے ان کی نظروں میں سڑی اور خبطی ہی رہنے دینا۔ میں نے کبھی نام نہیں چاہا مجھے ہمیشہ کام کی دھن رہی ہے... چلو اب وقت برباد نہ کرو ہو سکتا ہے کہ یہ میری زندگی کی آخری دوڑ ہو اور آخری دوڑ کے لئے اب تک زندہ رکھا گیا ہوں... چلو... اب دیر نہ کرو...''۔

بوڑھا آگے بڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے چلتے رہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد انہوں نے بوڑھے کو جھکتا دیکھا اور ان سبھوں نے اس کی تقلید کی۔

کافی دور تک انہیں اسی طرح جھک کر چلنا پڑا۔ ان کے دونوں جانب اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔ ایک جگہ بوڑھے نے ٹھہر کر رکنے کا اشارہ کیا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ لوگ بھی بیٹھ گئے۔ بوڑھا گھٹنوں کے بل چلتا ہوا عمران کے قریب آیا اور آہستہ سے بولا۔ ''ہم اس غار سے قریب ہیں اپنی رائفلیں تیار رکھو۔ ہو سکتا ہے... بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ خون کی ندیاں بھی بہہ سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکل سناٹا ہو، لیکن تمہیں ہر خطرے کے لئے تیار رہنا چاہئے''۔

''ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔ اگر اس کی نوبت آئی تو تم دیکھ لو گے۔ میں دنیا میں اپنی بیوی کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا''۔

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ وہ پھر چل پڑے۔ کچھ دور تک تو وہ اسی طرح جھکے ہوئے چلتے رہے پھر بوڑھے کو سیدھا کھڑے ہوتے دیکھ کر انہوں نے بھی اپنی پوزیشن میں تبدیلی کر لی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں چاروں طرف قد آدم جھاڑیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے درمیان میں تھوڑی سی جگہ خاص طور پر صاف کی گئی ہو۔

''بالکل تیار رہو''۔ بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ ''اپنی رائفلیں شانوں سے اتار لو''۔

سب سے پہلے عمران نے اپنی رائفل ہاتھ میں لی اور پھر اس کے ساتھیوں نے بھی یہی کیا۔

''آؤ''۔ بوڑھا ایک طرف جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ وہ بڑی پھرتی سے جھاڑیاں ہٹاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جھاڑیاں کانٹوں دار نہیں تھیں اس لئے وہ نہایت آسانی سے چلتے رہے۔ لیکن جھاڑیوں کی سرسراہٹ سے فضا گونج رہی تھی۔

''کافی شور ہو رہا ہے''۔ عمران آہستہ سے بولا۔

''پرواہ نہ کرو، اگر ان میں سے کوئی اس طرف موجود ہوگا تو یہ سرسراہٹ سن کر وہ ''پربت'' ہی کہے گا اور ہمارے پاس اس کا جواب موجود ہے''۔ بوڑھے نے اطمینان دلایا۔

وہ بڑھتے رہے لیکن ''پربت'' یا ''رائی کا پربت'' کی نوبت نہیں آئی۔

بوڑھا پھر ایک جگہ رک گیا۔ یہ حقیقتاً کسی غار کا دہانہ تھا۔ لیکن اس کے آس پاس کانٹوں دار جھاڑیاں تھیں اور اس کی ظاہری حالت سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہو۔

بوڑھا بے خطر اندر گھس پڑا۔ اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ ٹارچ روشن کر لے۔

کچھ دور چلنے پر عمران نے محسوس کیا کہ وہ تو ایک اچھی خاصی سرنگ تھی بوڑھے کا قد ان سبھوں سے نکلا ہوا تھا۔

اس لئے اسے قدرے جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اگر پنجوں کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تو ان کے سر یقینی طور پر پتھروں سے ٹکراتے۔ بناوٹ کے اعتبار سے یہ سرنگ قدرتی ہی معلوم ہوتی تھی۔

ایک جگہ انہیں سرخ روشنی کا دائرہ سا نظر آیا۔ شاید یہ اس سرنگ کا اختتام ہو۔ بوڑھے نے رک کر دوسری طرف جھانکا اور پھر پلٹ آیا۔

''بہت آہستگی سے آؤ''۔ اس نے عمران سے کہا۔ ''دو آدمی وہاں سو رہے ہیں''۔

پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ دو تین قدم چلنے کے بعد عمران بھی اس کے برابر ہی تھا۔

یہ جگہ بہت کشادہ تھی اور یہاں تین بہت بڑی مشعلوں کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ درمیان میں لاتعداد رائفلوں کا ایک ڈھیر نظر آ رہا تھا اور اس کے قریب ہی دو آدمی پڑے سو رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس ڈھیر کے پاس جا پہنچے۔

لیکن اچانک... عمران کے ساتھیوں کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ انہوں نے خود کو دس بارہ آدمیوں کے نرغے میں دیکھا۔ جن کی رائفلیں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور یہ لوگ ان بڑے پتھروں کی اوٹ سے نکلے تھے، جو رائفلوں کے ڈھیر کے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔

''اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو''۔ ایک آدمی نے گونجیلی آواز میں کہا۔

سب سے پہلے عمران کی رائفل زمین پر گری اور پھر اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

''اب کیا ہوگا بابا''۔ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

لیکن بابا کے ہونٹوں پر ایک بڑی زہریلی سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ وہ فلمی شہنشاہوں کی شان سے چلتا ہوا رائفلوں کے ڈھیر پر آ بیٹھا۔

''میرے بچے''۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''بابا اب تمہیں یہی مشورہ دے گا کہ اپنی کہانی سنا ڈالو''۔

پھر اس نے ان دونوں آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا جو چند لمحات پہلے وہیں پڑے سو رہے تھے۔ ''ان کے ریوالور بھی لے لو''۔

یہ کام بھی آناً فاناً ہو گیا۔ عمران کا پستول نما سگریٹ لائٹر بھی لے لیا گیا۔

''کیا میں سگریٹ پیش کروں بابا''۔ عمران نے سگریٹ کیس کھولتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کا مشکور ہوں گا۔ اگر آپ میرا لائٹر مجھے واپس دلوا دیں۔ ریوالور تو انہوں نے لے ہی لیا۔ انہیں میری طرف سے اپنے اسلحہ فنڈ میں جمع کر لیجئے۔ تاکہ میں خدا کو منہ دکھانے کے قابل رہ سکوں؟''۔

''میں تمہاری صلاحیتوں کا معترف ہوں بچے تم لومڑی کی طرح چالاک اور شیر کی طرح نڈر ہو۔ اس کا سگار لائٹر واپس کر دیا جائے''۔

لائٹر عمران کو واپس مل گیا۔ اس نے ایک سگریٹ خود پی اور اپنے ساتھیوں کی طرف بھی سگریٹ کیس بڑھایا لیکن

سبھوں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس وقت وہ عمران پر بُری طرح تاؤ کھا رہے تھے۔

عمران نے اپنا سگریٹ سلگا کر لائٹر جیب میں ڈال لیا اور اب وہ نہایت اطمینان سے دھوئیں کے بادل منتشر کرتا ہوا بوڑھے کو نیم باز آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتہً ایک آدمی نے سرنگ سے اس غار میں آ کر کہا۔ ''ایک آدمی اور بھی تھا جس نے یہاں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم اسے نہ پکڑ سکے وہ نکل گیا!''

''پرواہ مت کرو''۔ بوڑھے کی آواز گونجی۔ ''سرنگ کے دہانے پر دو مشین گنیں رکھ دو اور جو کوئی بھی اندر آنے کی کوشش کرے اسے بے دریغ بھونتے چلے جاؤ''۔

پھر عمران کی طرف دیکھ کر غرایا۔ ''کیا تمہارا کوئی اور بھی آدمی تمہارے پیچھے آ رہا تھا''۔

''نہیں تو''۔ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ ''ہم تو چار ہی آئے تھے''۔

اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''اے! تم لوگ گھبرانا مت یہ سب بھوت ہیں۔ میں انہیں چٹکی بجاتے ہوا کر دوں گا۔ مجھے بھی بڑے بڑے منتر یاد ہیں۔ میں نے سنا تھا یہ بوڑھا لوگوں کو جنگل میں لے جا کر اپنی تابع بدروحوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ لہٰذا میں نے کہا اسے اُلو بنانا چاہئے اور اب میں اس وقت اسے اُلو بنا رہا ہوں''۔

''تم مجھے اُلو بنا سکتے ہو بیٹا''۔ بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ ''تمہارا یہ ساتھی پچھلی رات اکارڈین بجا رہا تھا اور وہ عورت ناچ رہی تھی تمہارے کسی آدمی نے اس شکاری کی آستین پھاڑ دی۔ محض یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کے بازو پر توپ کی تصویر ہے یا نہیں۔ میں تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ تم بہت خطرناک آدمی علی عمران... محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل، مسٹر رحمان کے لڑکے، جس کی شہرت میں نے بہت سنی ہے۔ تم اس وقت سے توپ کی تصویروں کے پیچھے ہو جب دار الحکومت میں ایک ٹرک الٹ گیا تھا جس سے رائفلیں برآمد ہوئی تھیں اور حادثے میں کام آنے والے ڈرائیور کے بازو پر توپ کی تصویر ملی تھی۔ تم اس تنظیم کے سرغنہ کے چکر میں تھے۔ سنو! ننھے بچے میں ہوں اس تنظیم کا سرغنہ... میں وہ انقلاب لاؤں گا کہ موجودہ سیاست دانوں کے دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ میں ان کتوں کو دکھا دوں گا کہ میں کیا ہوں۔ جنہوں نے مجھے ایک خالی ڈبہ سمجھ کر کباڑ خانے میں پھینک دیا تھا۔

''مگر میں...'' عمران اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بیئر کا پیرل سمجھ کر سر پر اٹھائے پھروں گا''۔

''تم اب یہیں دفن ہو جاؤ گے''۔ بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ ''مگر نہیں میں تمہاری لاشیں یہاں چھوڑ کر بھاگتا ہوا پولیس چوکی تک جاؤں گا اور انہیں اطلاع دوں گا کہ میں نے چڑھائی پر چار لاشیں اور دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں اکثر چڑھائی پر بھی راتیں گزارتا ہوں اور یہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ عیار قسم کے سیاست دانوں اور لیڈروں نے ضرور مجھے عضو معطل بنا دیا ہے لیکن عام آدمی کی نظر میں میری کتنی وقعت ہے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو''۔

دفعتہً پھر ایک آدمی بھاگتا ہوا اندر آیا اور اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''دو آدمی مر گئے''۔

''کیا...کون...دو آدمی؟'' بوڑھا چونک کر بولا۔

''وہ جو مشین گنوں پر بیٹھے تھے''۔

''کیسے مر گئے''۔

''پتہ نہیں وہ آدمی کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ غالباً وہ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے فائر کر رہا ہے۔ فائر کی آواز نہیں سنائی دیتی''۔

''تم سب احمق ہو گئے ہو...اسے تلاش کرو''۔ بوڑھا دہاڑا۔

اور چار آدمی وہاں سے چلے گئے۔ اب صرف آٹھ رہ گئے تھے اور ان کی رائفلیں عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''تو تم اس لئے یہاں انقلاب لانا چاہتے ہو کہ یہاں کے لیڈروں نے تمہیں نظر انداز کر دیا ہے''۔ عمران نے بوڑھے سے پوچھا۔

''ہاں...میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ایک خالی ڈبہ کیا کر سکتا ہے''۔

''اور اس انقلاب کے لئے تم ایک بیرونی طاقت سے مدد لے رہے ہو''۔

''یقیناً مجھے فخر ہے کہ میں اس بڑی طاقت کو بھی اُلّو بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں...خالی ڈبہ.... ہاہا...موجودہ وزیر اعظم نے ایک بار مجھے خالی ڈبہ کہا تھا''۔

''اس لئے تم ملک میں ایک غیر ملکی نوعیت کا انقلاب لانا چاہتے ہو''۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو''۔ بوڑھے نے مسکرا کر پوچھا۔

''میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم کتے ہو۔ بلکہ کتا بھی تم سے برتر ہے کیونکہ وہ اس گھر کا بدخواہ نہیں ہوتا جس میں رہتا ہے۔ چاہے اس گھر کا کوئی فرد اس پر دن رات پتھر ہی کیوں نہ برساتا رہتا ہو''۔

''خاموش رہو''۔ بوڑھا غرایا۔ ''ورنہ میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا''۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ آہستہ آہستہ بوڑھے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''ٹھہرو''۔ ایک آدمی نے گرج کر کہا۔

''نہیں آنے دو میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے''۔ بوڑھے نے ہنس کر کہا۔

عمران اس کے قریب جا کر رک گیا اور جیب سے سگریٹ کیس نکال کر ایک سگریٹ خود لیا اور سگریٹ کیس بوڑھے کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

''ایک سگریٹ اور لو بابا یہ میرا آخری دوستانہ تحفہ ہوگا۔ اس کے بعد تو تم میری لاش نیچے لے جاؤ گے''۔

''نہیں یہ ضروری بھی نہیں کہ میں تمہیں مار ہی ڈالوں مگر وہ آدمی کون ہے جس نے میرے دو آدمیوں کو مار ڈالا ہے''۔ بوڑھے نے ہاتھ کے اشارے سے سگریٹ لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

''یقین کرو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے''۔ عمران نے کہا اور لائٹر سے سگریٹ سلگانے لگا۔

پھر بوڑھا اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ عمران بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اس کے پیچھے پہنچ کر اس کی پشت سے ریوالور نما لائٹر لگاتا ہوا بولا۔ ''اپنے آدمیوں سے کہو کہ رائفلیں پھینک دیں ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا یقین نہ ہو تو یہ دیکھو''۔

بس ایک پل کے لئے لائٹر بوڑھے کی پشت سے ہٹا اور اس کا ایک آدمی منہ کے بل نیچے گر پڑا۔ جس کی چیخ سے پورا غار جھنجھنا اٹھا۔ لائٹر سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ فائر کی آواز بھی سنی گئی تھی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ بوڑھا اس سے لائٹر نہ چھین سکا۔ اب وہ پھر اس کی پشت سے جا لگا تھا۔

''میں اس بوڑھے کو بھی اسی طرح مار ڈالوں گا''۔ عمران نے اس کے آدمیوں کو للکارا۔ ''ورنہ تم لوگ اپنی رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اے بوڑھے تم بھی ان سے کہو کہ یہ رائفلیں پھینک دیں۔ ورنہ میں سچ مچ تمہیں مار ڈالوں گا۔ رائفلوں کے اس ڈھیر کے قریب تمہاری لاش خود ہی سب کچھ کہہ دے گی اور میں پولیس کو رپورٹ دینے سے بھی بچ جاؤں گا''۔

''تم لوگ رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو''۔ بوڑھے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''انہوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور اپنے ہاتھ اٹھا دئے۔ دفعتہً لیفٹننٹ چوہان نے کہا۔ ''عمران زندہ باد''۔

ٹھیک اسی وقت ایک آدمی بھاگتا ہوا اندر آیا اور پھر ایک دلدوز چیخ کے ساتھ سرنگ کے دہانے کے قریب ہی ڈھیر ہو گیا۔ اس کی پشت سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

سرنگ سے آواز آئی۔ ''وہاں میری مدد کی ضرورت تو نہیں ہے''۔

''نہیں''۔ عمران نے جواب دیا۔ ''یہاں سب ٹھیک ہے۔ مگر باہر خیال رکھنا ضروری ہے''۔

عمران کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ وہ ایکس ٹو ہی کی آواز تھی اور عمران نے دل ہی دل میں تعریف کی تھی کہ بلیک زیرو اس وقت بھی ایکس ٹو کی آواز کی نقل اتارنے میں کامیاب رہا تھا۔

''چوہان تم ان کی رائفلیں اٹھا کر ایک طرف ڈال دو''۔ عمران بولا۔ ''اور یہ بھی دیکھو کہ ان کے پاس ریوالور تو نہیں ہیں''۔

''میں ملک کی نجات کا باعث بننے والا تھا۔ تم یہ تو سوچو''۔ بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں بھی بڑی دیر سے یہی سوچ رہا ہوں کہ اب ملک کی نجات ہو جائے گی''۔ عمران نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

دفعتہً بوڑھا منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی ایسی دولتی جھاڑی کہ عمران سنبھلنے سے پہلے ہی اچھل کر رائفلوں کے ڈھیر پر جا پڑا۔ ادھر بوڑھے کے ساتھی چوہان، صدیقی اور نعمانی پر ٹوٹ پڑے۔ ان تینوں کو اپنے ریوالور سنبھالنے کی مہلت نہ مل سکی۔ لیکن وہ تینوں بھی بہترین قسم کے مکا باز تھے۔

ادھر عمران اور بوڑھے میں رائفلیں چل رہی تھیں یعنی رائفلیں لاٹھی کی طرح استعمال ہو رہی تھیں۔ بوڑھا عمران سے قد میں اونچا تھا اس لئے بار بار اس کی کوشش ہوتی تھی کسی طرح ایک ہی ضرب میں عمران کا سر پاش پاش کر دے۔ لیکن عمران نے اس کا موقع نہیں دیا تھا یا تو وہ اس کا وار خالی دیتا یا رائفل ہی پر روک لیتا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ وہ بوڑھے کی غیر معمولی قوت کا معترف ہو گیا تھا۔ جب بھی وہ اس کا وار رائفل پر روکتا اس کے ہاتھ جھنجھنا اٹھتے وہ جھنجھلا گیا تھا کیونکہ بوڑھا پھرتیلا بھی بہت تھا۔ ابھی تک عمران بھی اس کے جسم پر چوٹ مارنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ جھنجھلاہٹ کے عالم میں اس کے ہاتھ کچھ اور زیادہ تیزی سے چلنے لگے۔ ایک بار جو اس نے مونڈھا بنا کر پالٹ مارا تو بوڑھا بھی دھوکا کھا گیا۔ جیسے ہی عمران کی رائفل اس کی پنڈلی پر پڑی وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا اور پھر دوبارہ اٹھنا تو ناممکن ہی تھا کیونکہ اب عمران اسے سنبھلنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا۔

سر پر پڑنے والی دو ہی ضربوں نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

دوسری طرف اس کے آٹھوں آدمی عمران کے ساتھیوں پر پلے پڑ رہے تھے۔ عمران وہی رائفل سنبھالتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑا اور ذرا ہی سی دیر میں صرف صدیقی، چوہان اور نعمانی کھڑے رہ گئے۔

وہ تینوں حیرت سے کبھی عمران کو دیکھتے اور کبھی... زخمیوں کو۔ ''یار واقعی تم... پتہ نہیں کیا ہو''۔ چوہان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

12

دوسری دوپہر جھرگ نار کے لئے ایک تاریخی دوپہر تھی۔ کیونکہ وہ اب شکاریوں کے کیمپ کی بجائے فوجیوں کا کیمپ بن گیا تھا اور عمران کی حیثیت اس فاتح کی سی تھی جس نے تنہا لنکا ڈھائی ہو۔ ایکس ٹو اور اس کے ساتھی پس منظر میں چلے گئے تھے۔ یہ صرف عمران اور اس کے نامعلوم ساتھیوں کا کارنامہ تھا۔ عمران نے بہ حیثیت ایکس ٹو ٹرانسمیٹر پر جولیا کو سمجھا دیا تھا کہ اگر اس موقع پر یہ کامیابی عمران ہی کے سر نہ منڈھی گئی تو ایکس ٹو اور اس کے ساتھی منظر عام پر آجائیں گے۔

یہاں جنگل میں وہ وسائل میسر نہیں تھے، جو ایکس ٹو کی پردہ پوشی کر سکتے۔

عمران نے فوج اور پولیس کے حکام کو بیان دیا کہ وہ عرصہ سے ان لوگوں کی فکر میں تھا اور تجسس کی وجہ وہی تصویر بنی تھی جو بعض مرنے والوں کے بازوؤں پر پائی گئی تھی۔ آخر کار وہ اس گروہ کے سرغنہ کو پانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

بوڑھا بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا لہٰذا اسے فوجیوں کی نگرانی میں ہوائی اڈہ کے ہسپتال میں بھجوا دیا گیا تھا۔ مگر شام ہوتے ہوتے اس کی موت کی خبر آ گئی۔

اسی شام کو جولیا اور دوسرے ماتحت عمران کے خیمے میں اکٹھا ہوئے صفدر اور خاور بھی وہاں اپنی کہانیوں سمیت پہنچ ہی گئے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کی حیثیت تھکے ہوئے گدھوں سے زیادہ نہ رہی ہو۔

عمران جولیا سے کہہ رہا تھا۔ ''تمہیں کیوں ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ ایکس ٹو کا حکم تھا وہ دراصل ایک شکاری کی آستین پھاڑ کر اس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھنا چاہتا تھا''۔

''لیکن آستین پھاڑی کس نے تھی''۔ جولیا نے پوچھا۔

''خود ایکس ٹو نے''۔

''نہیں''۔ جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اور کمال تو یہ ہے''۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ ''کہ میں اس کے قریب ہونے کے باوجود بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکا۔ کتنا پھرتیلا ہے؟ کام کیا اور یہ جا وہ جا غائب... یہ تو اس شکاری کے ساتھیوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی داڑھی والا تھا۔ اب پتہ نہیں وہ سچ مچ داڑھی رکھتا ہے یا میک اپ میں تھا''۔

''کیا تمہیں یقین تھا کہ بوڑھا تمہیں دھوکا دے کر وہاں لے جا رہا ہے''۔ جولیا نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں، میں یہی سمجھتا تھا کہ وہ ایک اچھا راہبر ثابت ہوگا۔ لیکن ایکس ٹو مطمئن نہیں تھا۔ تم نے دیکھا کہ کس طرح اپنے لئے کام کرنے والوں کی حفاظت کرتا ہے''۔

''وہ عظیم ہے''۔ چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اور پھر اس کے بعد تم ہی ہو سکتے ہو۔ اگر تمہارے پاس وہ حیرت انگیز پستول نہ ہوتا تو اس وقت ہماری لاشیں چوکی میں پڑی ہوتیں''۔

''میں ایسے دو ایک شعبدے ہر وقت جیب میں ڈالے رکھتا ہوں''۔

''اچھا جولی۔ تنویر کو میری طرف سے بہت سا پیار پہنچانا اور کہہ دینا اگر وہ اتفاق سے بیمار نہ ہو گیا ہوتا تو یہ کام اتنی آسانی اور جلدی سے نہ نپٹتا۔ ٹاٹا... اب میں آرام کروں گا''۔

ان کے جانے کے بعد روشی نے پوچھا۔ ''اگر تم بوڑھے کے متعلق دھوکے ہی میں تھے تو تم نے اپنے پیچھے بلیک زیرو کو کیوں لگایا تھا''۔

''ہائیں! تم زندہ رہ گئی ہو۔ میرا بھیجا چاٹنے کے لئے''۔

''بتاؤ....'' روشی آنکھیں نکال کر بولی۔

''اچھا''۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''یقین کرو کہ میں دھوکہ کھا گیا تھا۔ پہلے تو مجھے اس بوڑھے پر شبہ ہوا تھا۔ مگر جب اس نے رائفلوں کے ڈھیروں، پربت اور رائی کے پربت کا تذکرہ چھیڑا تو میں یہی سمجھا کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ لیکن اگر وہ ان میں سے ہوتا تو ان باتوں کا تذکرہ نہ کرتا۔ بلیک زیرو کو تو اس لئے پیچھے آنے کی ہدایت کی تھی کہ کہیں مقتول شکاری کے ساتھی ہمارا تعاقب نہ شروع کر دیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اس کے نئے دوستوں میں سے نہیں تھے بلکہ اسی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے ورنہ اس طرح اچانک غائب کیوں ہو جاتے۔ صبح سے انہیں کیمپ میں کسی نے نہیں دیکھا''۔

''مگر تم بھوت۔ اس کے باوجود بھی ان لوگوں پر چھا گئے''۔ روشی اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

’’ارے باپ رے... ہپ‘‘۔ عمران تھوک نگل کر بولا۔ ’’یہ تم مجھے کیسے دیکھ رہی ہو آنٹی... اگر ڈیڈی نے دیکھ لیا تو دونوں کو گولی مار دیں گے‘‘۔

’’کمینے گدھے‘‘۔ روشی نے جھلا کر درمیان میں رکھی ہوئی میز عمران پر دھکیل دی اور وہ میز سمیت زمین پر آیا۔

’’اس سے تو یہی بہتر ہے...‘‘ عمران اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بسور کر بولا۔

□□

ختم شد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام مقام کردار اور کہانی
سے تعلق رکھنے والے اداروں کے
نام فرضی ہیں

پبلشر . . . سلطان محمد

پرنٹر . . . .

مطبوعات اسرار پبلیکیشنز

زیر اہتمام

کتابی دنیا میکلوڈ روڈ لاہور

پبلشرس

عمران کی چوبیسویں حماقت ملاحظہ فرمایئے لیکن پھر وہی دشواری آپڑی ہے کہ کہانی کے متعلق اپنے قلم سے کیا لکھوں اگر آپ کو پسند آئے۔ اچھی سمجھے نہ پسند آئے تو میں اسے اچھی باور کرانے پر بھی زور نہیں دوں گا۔ ویسے مجھے اس کا اندازہ بخوبی ہے کہ جو کہانیاں روا روی میں لکھ دیتا ہوں۔ وہ آپ کو عموماً پسند آتی ہیں اور جن پر واقعی محنت کرتا ہوں ان میں آپ ضرور بیجا سے نکالتے ہیں . . . مگر اس کا اعتراف آپ کو بھی ہے کہ میں اپنی ہر نئی کہانی میں نیا انداز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ کہانی بھی آپ ایسی ہی پائیں گے۔

ابن صفی

●

سردیوں کی ایک تاریک رات تھی۔ شہر پر کہر کی ہلکی سی چادر محیط تھی اور جگمگاتی ہوئی سڑکوں پر چلنے والوں کی زیادتی نہیں تھی ابھی صرف نو ہی بجے تھے، لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے رات ڈھل گئی ہو۔ . . صدر کے فٹ پاتھ پہ اس وقت تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ تریب قریب ویران ہو چکے تھے۔ آج سردی اتنی ہی شدید تھی۔

ایریل نائٹ کلب کے سامنے والے فٹ پاتھ پر تو گویا قبرستان کا سا سناٹا تھا۔ ورنہ اس وقت تو یہاں زندگی ہی زندگی نظر آتی تھی۔ مگر ایریل نائٹ کلب اس وقت ایسے موسم میں بھی آباد تھا اور ابھی تک اکا دکا گاڑیاں اس کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتی نظر آجاتی تھیں۔

مگر عمران کی کار کا کیا کام اسے نائٹ کلبوں کی تفریحات سے دلچسپی نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ شہر کے کتنی اچھے نائٹ کلبوں کا باقاعدہ طور پر ممبر رہا ہو۔

کار سیدھی اسی طرف چلی گئی جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ عمران نیچے اترا... اس کے جسم پر اوور کوٹ تھا اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔

کلوک روم میں آکر اس نے اوور کوٹ اتارا۔ اور فلٹ ہیٹ کھونٹی پر ڈالی۔
کلوک روم کا محافظ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عمران کو پہچانتا تھا۔ حالانکہ عمران روزانہ کے آنے والوں میں سے نہیں تھا۔ مگر اس کے بے جوڑ لباس کی وجہ سے لوگ عموماً اسے یاد ہی رکھتے تھے۔۔۔ کلوک روم کے محافظ نے اس پر نظر پڑتے ہی اسے پہچان لیا تھا اور اسے توقع تھی کہ اوور کوٹ کے نیچے سے کوئی مضحکہ خیز قسم کا لباس ظاہر ہو کر وقتی تفریح کا باعث بنے گا مگر ایسا نہیں ہو سکا اور اسی پر اسے حیرت ہو رہی تھی۔ کیونکہ عمران آج باقاعدہ لباس میں تھا لیکن چہرے پر حماقت آج بھی نظر آ رہی تھی۔ کلوک روم کے محافظ نے بالکل اسی انداز میں ٹھنڈی سانس لی جیسے اسے عمران کو ڈھنگ کے لباس میں دیکھ کر صدمہ پہنچا ہو۔

آج عمران نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے سر کو جنبش بھی نہیں دی تھی۔ وہ وہاں سے سیدھا ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔ یہاں آرکسٹرا بج رہا تھا۔۔۔ اور میزیں زیادہ تر آباد تھیں۔۔۔ عمران ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔

اسے دیکھ کر ایک ویٹر میز کی طرف چل پڑا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ عمران نے آہستہ سے کہا "شوگر میپل" اور پھر قدرے اونچی آواز میں بولا "سردی بہت شدید ہے میرے لئے انگاروں کا شربت لاؤ"

"انگاروں کا شربت" ویٹر نے حیرت سے دہرایا۔

"شوگر میپل" عمران نے پھر آہستہ سے کہا "کیا تم بہرے ہو"

"بہت بہتر جناب" ویٹر مودبانہ انداز میں جھکا اور ایک باسلیقہ ویٹر کی طرح رخصت ہو گیا۔

عمران احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پہلی بار کسی بڑی تفریح گاہ میں داخل ہوا ہو۔

کچھ دیر بعد ویٹر کافی کی ٹرے اٹھاتے ہوئے واپس آیا۔۔۔ ٹرے میز پر رکھ دی گئی اور ویٹر چلا گیا۔ عمران نے سب سے پہلے شکر کا برتن کھسکایا اس کے نیچے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ موجود تھا۔

اس نے اسے جوں کا توں رہنے دیا اور پیالی میں شکر ڈالنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کافی کے گھونٹ لیتا ہوا شکر دانی سے برآمد ہونے والی تحریر پڑھ رہا تھا۔

"اس کی شکل دیکھنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ رات ہی کو اپنے کمرے نکلتا ہے اس کے اوور کوٹ کے کالر اٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور فلٹ ہیٹ جھکالی جاتی ہے۔ وہ کبھی ڈائننگ ہال میں نہیں دیکھا گیا۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ اسے دیکھ سکوں"

عمران نے کاغذ کو جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کافی پینے میں جلدی کر رہا ہے۔

کافی ختم کر کے وہ تھوڑی دیر بعد بیٹھا جاز سنتا رہا پھر اس انداز سے اٹھا جیسے کوئی بات یاد آگئی ہو۔ اس نے کاؤنٹر پر ہی کافی کی قیمت ادا کی۔ اور تیزی سے چلتا ہوا کلوک روم میں آیا۔

محافظ نے اسے اوور کوٹ پہننے میں مدد دی۔

"آج بہت جلد تشریف لے جا رہے ہیں جناب" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہال میں اپنا پرس گوڈتن بار کے کاؤنٹر پر بھول آیا ہوں"

"اوہ"

لیکن قبل اس کے کہ وہ اظہار ہمدردی کے طور پر کچھ سنتا۔ عمران باہر آچکا تھا وہ اتنی جلدی میں تھا کہ ایک آدمی سے ٹکراتے ٹکراتے بچ گیا۔ یہ بھی ٹھیک

اسی وقت کلوک روم میں داخل ہوا تھا جب عمران نے باہر جانے کے لئے سپاٹا بھرا تھا۔

لیکن شاید اس آنے والے نے عمران کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ ورنہ دونوں میں ہیں مہابھارت ہو جاتی۔ کیونکہ یہ آنے والا محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض تھا۔

عمران نے کار اسٹارٹ کی اور اسے تیز رفتاری سے اگلے چوراہے کے ٹیلیفون بوتھ تک لایا۔ چوراہے پر اب ٹریفک کانسٹیبل بھی موجود نہیں تھا۔ ورنہ وہ اسے غلط جگہ پر کار روکنے کے سلسلہ میں ضرور ٹوکتا۔ مگر عمران جلدی میں تھا وہ کار سے اتر کر ٹیلیفون بوتھ میں گھس گیا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر اس نے کہا۔ "بلیک زیرو! ایریل نائٹ کلب میں کیپٹن فیاض پر نظر رکھنی ہے۔ فوراً پہنچ جاؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ ٹپ ٹاپ کے علاوہ اور کسی نائٹ کلب میں نہیں جاتا۔"

"جی ہاں! وہ اکثر ٹپ ٹاپ ہی میں نظر آتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے اب میں صبح تم سے رپورٹ لوں گا۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے باہر آیا اور پھر اس کی کار اسی رفتار سے دوڑنے لگی۔ سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ اسٹیرنگ پر ہاتھ جمے ہوئے سے معلوم ہو رہے تھے۔

کچھ دیر بعد کار پھر رکی۔ لیکن یہ ایک تاریک سی گلی تھی۔ عمران نے اپنا اوور کوٹ اتار کر کار میں ڈال دیا۔ صرف اوور کوٹ ہی نہیں بلکہ کوٹ بھی فلٹ ہیٹ بھی اتار دی۔ اب جسم کے اوپر صرف ایک پتلون قمیض اور ٹائی رہ گئے۔ ٹائی کی

گرہ اس نے ڈھیلی کر دی اور بال الجھا کر پیشانی پر گرا دیئے پھر کار سے اتر آیا۔

اب وہ ایک گھٹیا قسم کا لفنگا نظر آ رہا تھا۔ اس نے کار کے دروازے مقفل کر دیئے۔ اور گلی سے باہر نکل آیا۔ ۔ ۔ سردی کی شدت بدستور قائم تھی۔ البتہ کہرا کم ہو گئی تھی۔

عمران کے قدم ایک گھٹیا سے شراب خانے کی طرف اٹھ رہے تھے۔

وہ کسی جھجک کے بغیر شراب خانے میں داخل ہو گیا۔ بھدے اور بہنگم قہقہے اس کے استقبال کے لئے اٹھے۔ وہ یہی سمجھا تھا قہقہے اسی کے لئے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ کوئی اس کی طرف متوجہ تک نہیں ہوا تھا۔

وہ ایک میز پر جم گیا۔ اس کی حالت سے یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی بساط سے زیادہ پی گیا ہو۔ پلکیں جھکی آ رہی تھیں اور آنکھیں بالکل سرخ تھیں اور وہ بیٹھے بیٹھے جھکولے سے لے رہا تھا۔

دفعتاً ایک بھدے سے آدمی نے اس کی میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیا چاہیے؟"

"ہی ہی ہی ہی!" عمران اس کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر ہنسا۔

"وہ چاہیے ۔ ۔ ۔ لاؤ ۔ ۔ ۔"

"کیا چاہیے؟"

"وہی ۔ جو کہیں نہیں ملتی ۔ ۔ ۔ کہیں نہیں پیارے ۔ ۔ ۔ تم میرے بڑے بھائی ہو۔ اچھا ہو کہ نہیں ہو ۔ ۔ ۔ لاؤ وہی لاؤ جو کہیں نہیں ملتی۔"

"ارے کھسکو ۔ ۔ ۔ یہاں اسکاچ وسکاچ نہیں ملے گی۔ رم لاؤں ۔ ۔ ۔"

"ابے ہماری توہین کرتا ہے ۔ ۔ ۔ رم پئیں گے ہم ۔ ۔ ۔"

دفعتاً ایک شرابی شاید نشے کی جھونک میں عمران پر آ گرا۔ میز الٹتے الٹتے بچی۔ پھر وہ اور عمران ایک دوسرے سے لپٹ پڑے۔

جو آدمی عمران کا آرڈر لینے آیا تھا دونوں کو الگ کرانے لگا۔ لیکن ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ صرف قہقہے لگا رہے تھے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں اٹھا۔

ویسے شراب خانے کے دو ملازم غنڈے آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ غالباً وہ اس گھات میں تھے کہ ان دونوں شرابیوں کو اٹھا کر باہر فٹ پاتھ پر پھینک دیں۔ یہاں دنگا فساد کرنے والوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا تھا۔

لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی دونوں الگ ہو گئے تھے۔

"نکل جاؤ۔۔۔" ان میں سے ایک نے دونوں کی گردنیں دبوچتے ہوئے کہا۔

عمران بدستور نشے میں جھوم رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے کہا "جاتے ہیں یار اب کبھی ایسی بری جگہ نہیں آئیں گے" وہ اپنی گردن چھڑا کر فٹ پاتھ پر آ گیا۔ لیکن دوسرا شرابی ان غنڈوں سے الجھ پڑا تھا۔

عمران کچھ دور تک شرابیوں ہی طرح جھوم جھوم کر چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک گلی میں مڑ کر اپنی رفتار تیز کر دی۔

گلی پار کر کے وہ دوسری طرف آیا۔ ویسے وہ اس گلی سے گزرتے وقت مڑ مڑ کے پیچھے دیکھتا رہا تھا کہ کہیں تعاقب تو نہیں ہو رہا۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر وہ ایک بجلی کے کھمبے کے نیچے رک گیا۔ اور اپنی مٹھی کھولی اس میں ایک مڑا تڑا سا کاغذ تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے کاغذ کو پھیلا دیا اور اس کی تحریر کو پڑھنے لگا۔

وہ اس وقت شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں موجود ہے۔ آج میں اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لیکن آنکھیں نہیں دیکھ سکا کیونکہ آنکھوں پر مرکری پالش والے شیشوں کی عینک تھی۔ اس کے

چہرے پر کنگ جارج کی فرنچ کٹ ٹائپ کی سیاہ داڑھی ہے شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں پندرہ دن قبل ایک بوڑھی عورت مسز پارسن رہتی تھی وہ اسے خالی کر کے چلی گئی تھی۔ اب ایک ہفتہ سے پھر اس میں یہ پراسرار کرایہ دار آ گیا ہے۔ وہ عموماً رات اسی فلیٹ میں گذارتا ہے اور دن بھر غائب رہتا ہے۔"

عمران نے پرچے کو جیب میں ڈال لیا اور اسی گلی کی طرف چل پڑا جہاں اپنی کار چھوڑی تھی۔ اس کی رفتار تیز تھی اور وہ اپنے بال پیشانی سے ہٹا کر پیچھے کی طرف الٹتا جا رہا تھا۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے سب سے پہلے باقاعدہ طور پر بالوں میں کنگھا کیا اور کوٹ نکال کر پہنا۔ ٹائی کی گرہ درست کی۔

اسے پھر اسی شراب خانے کی طرف جانا تھا۔ جہاں کچھ دیر پہلے ایک شرابی اس سے الجھ پڑا تھا۔

شائد وہ اسی کا کوئی آدمی تھا جس نے اسی طرح اسے ایک اہم اطلاع دی تھی۔

وہ کار میں بیٹھ گیا اور کار پھر گلی سے سڑک پر نکل آئی لیکن اب عمران کے چہرے پر مونچھوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ ویسے یہ مونچھیں ایسی تھیں کہ قریب سے دیکھنے والے ان کے نقلی ہونے کا اندازہ بآسانی لگا سکتے تھے اور عمران بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ شراب خانے کے اندر بیٹھنے والے اسے دور ہی سے دیکھ کر پہچان نہ سکیں۔

اس کی اس خواہش کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا تھا کہ بالائی منزل کے زینوں پر قدم رکھتے ہی اس نے مونچھیں نکال کر جیب میں ڈال لی تھیں۔

کار اس نے شراب خانے کے سامنے ہی کھڑی کی تھی اور اب زینے طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔

یہاں ایک لائن میں پانچ یا چھ فلیٹ تھے اور ان کے سامنے ایک طویل بالکنی تھی۔ وہ ٹھیک شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ کے سامنے رکا۔

دروازہ بند تھا۔ عمران نے اچٹتی سی نظر چاروں طرف ڈالی اور آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دینے لگا۔ پتہ نہیں کیوں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دستک کی آواز پر اندر سناٹا چھا گیا ہو۔ حالانکہ پہلے بھی اس نے اندر کسی قسم کی آواز نہیں محسوس کی تھی یہ تو اس کی چھٹی حس تھی جس نے اندر ایک سے زیادہ آدمیوں کی موجودگی کا یقین دلایا تھا۔

کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔ عمران کے سامنے ایک طویل قامت آدمی کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر سیاہ اور نکیلی داڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

"اوہ۔ کیا مسٹر پارسن موجود ہیں"۔ عمران نے لیلے لہجے میں پوچھا جیسے اسے وہاں اس داڑھی والے کو دیکھ کر حیرت ہوئی ہو۔

"جی نہیں" بہت شرافت سے جواب دیا گیا "وہ پتہ نہیں کب یہ فلیٹ خالی کر چکے ہیں۔ میں نیا کرایہ دار ہوں"

"تب تو۔۔۔ میں تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

کوئی بات نہیں" داڑھی والے نے کہا اور دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا زینوں کی طرف واپس لوٹا۔ اس بار اس نے

مونچھیں لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ کیونکہ اس کی پشت شراب خانے کی طرف تھی۔

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

دفعتاً عمران کتوں کی طرح بھونکنے لگا اور کیپٹن فیاض نے برا سا منہ بنا کر اس کی اس بد مذاقی پر سلواتیں سنائیں لیکن عمران بھونکتا ہی رہا۔ یہ سلسلہ تو اس وقت ختم ہوا جب سلیمان چائے کی ٹرے لایا۔

چائے کے دوران میں عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دنوں پہلے کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا لہٰذا بول چال بھی باقی نہیں رہی تھی ویسے یہ اور بات ہے کہ راہ چلتے کہیں ملاقات ہو جانے پر عمران نے اسے چھیڑنے کی کوشش ضرور کی ہو۔

"میں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم جلد از جلد فلیٹ خالی کر دو۔ میرے ایک عزیز کو ضرورت ہے۔" فیاض نے چائے ختم کرکے ہونٹوں کو رومال سے خشک کرتے ہوئے کہا

"تمہارے ایک عزیز کو کس چیز کی ضرورت ہے۔" عمران نے تحیّر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"فلیٹ کی۔ تم نے مجھ سے یہ فلیٹ کچھ دنوں کے لئے وعدہ پر لیا تھا۔"

"اب تک کچھ ہی دنوں کے وعدہ پر میں اس میں نظر آ رہا ہوں۔"

"بس اب اسے خالی کر دو۔"

"مگر ابھی کچھ دن پورے کہاں ہوئے ہیں۔"

"وہ تو کبھی پورے نہ ہوں گے۔" فیاض کو غصہ آ گیا۔

"تب پھر مجبوری ہے۔" عمران سر ہلا کر غمناک لہجے میں بولا۔ "اللہ کی مرضی میں کس کو دخل ہے۔"

"عمران میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

"اگر اچھی طرح پیش آؤ تو کیا ہرج ہے۔"

"میں رحمان صاحب سے اجازت لے چکا ہوں۔"

"کس بات کی۔"

"یہی کہ جس طرح تمہیں یہاں سے نکال سکوں نکال دوں۔"

"قربِ قیامت کی دلیل ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "باپ پیدا ہوتے ہی لڑکوں کی برابری کرنے لگیں گے۔"

"میں تمہیں صرف تین دن کا نوٹس دے رہا ہوں۔"

"میں ایسی باتوں کا نوٹس ہی نہیں لیتا۔ کیا فائدہ اپنا دل خراب کرنے سے۔"

"تمہیں خالی کرنا پڑے گا۔" فیاض میز پر گھونسہ مارتا ہوا بولا۔

"تم اپنا اصل مقصد بیان کرو۔ اور میز پر اتنے زور سے گھونسہ نہ مارو کہ تمہارے گھونسے کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"اخاہ! تو تم سمجھتے ہو کہ میں کسی معاملے میں تمہاری مدد کا خواہاں ہوں۔"

"حالات ایسے ہی ہیں کہ میں سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"کیسے حالات۔"

"کیا میں پھر کتّے کی طرح بھونکنا شروع کر دوں؟"

"اوہ۔" فیاض اسے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا مطلب۔"

"مطلب اسی عورت سے پوچھو جو تمہیں پچھلی رات رو رو کر بور کر رہی تھی۔"

"تم کیا جانو" فیاض کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"تم کسی بند کمرے میں نہیں تھے بلکہ ایریل نائٹ کلب میں تھے"

"مگر تم تو مجھے نہیں نظر آئے تھے"

"میرا ایسی واہیات جگہوں پر کیا کام" عمران نے کہا۔

"کسی کی ٹوہ میں رہنا بُری بات ہے"

"آہا۔ یہ جملہ اس آدمی کی زبان سے سن رہا ہوں جو دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والوں کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔ فیاض کہیں تمہیں گھاس تو نہیں کھا گئی"

"وہ ایک مظلوم عورت تھی"

"اور شراب کے نشے میں کتوں کی طرح بھونک رہی تھی"

"وہ پہلے ہی سے پئے ہوئے تھی میں نے نہیں پلائی تھی"

"تم کیا پلاؤ گے مکھی چوس کنجی۔ ۔ ۔ اور کنجوس مکھی چوس۔ مگر تم اسے مظلوم کیوں کہہ رہے ہو۔ ہوسکتا ہے اس کی داستان محض نشے کی جھونک رہی ہو"

"نہیں مجھے علم ہے کہ۔ ۔ ۔ شہاب فکری کو کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے۔ ۔ ۔ اور وہ پاگل ہوگیا ہے"

"شہاب فکری سے اس عورت کا کیا تعلق ہے"

"وہ اس کی دوست ہے"

"اور تمہیں محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جانتی ہے"

"ہاں۔ ہم پرانے شناسا ہیں"

"تو تمہیں اس عورت نے وہ داستان کیوں سنائی تھی"

"ارے بس ختم کرو" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا "میں یہاں اس لئے نہیں آیا تھا تم بتاؤ کہ فلیٹ کب خالی کر رہے ہو"

"تم ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والے ہو فیاض۔ اس لئے اگر مجھ سے جھگڑا نہ کرو تو بہتر ہے"

"تم اس کی پرواہ مت کرو مصیبت میں پھنسنے کے باوجود بھی میں تم سے فلیٹ خالی کرا کے رہوں گا"

"تمہارے فرشتے بھی نہیں خالی کرا سکتے۔ تم جیسے لوگوں کے لئے میں قانون کا منہ بھی نہیں دیکھوں گا"

"میں سچ کہتا ہوں ہمیشہ رحمان صاحب کا خیال مجھے باز رکھتا ہے۔ ورنہ تم اس شہر میں نہ دکھائی دو"

"اور مجھے تمہاری بیوی کی بیوگی کا خیال کھائے کو دوڑتا ہے"

"میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم تین دن کے بعد اس فلیٹ میں نظر نہ آؤ گے"

"اسی صورت میں جب تم دیکھنے ہی سے معذور ہو جاؤ"

"اچھی بات ہے" فیاض اٹھتا ہوا بولا "تم دیکھ ہی لو گے"

"نہیں میں اپنی آنکھیں بند کر لوں گا"

فیاض پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی کچھ دیر بعد اٹھ کر وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ جہاں پرائیویٹ فون تھا۔ اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے جواب ملنے میں دیر نہیں لگی۔

"ایکس ٹو" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"یس سر" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پچھلی رات ایریل میں جو لڑکی کیپٹن فیاض کے ساتھ تھی اس کے متعلق مزید اطلاعات درکار ہیں"

"سب سے اہم اطلاع تو یہ ہے جناب کہ وہ نشے میں قطعی نہیں تھی۔"

"مگر تم اپنے بیان کی تردید کر رہے ہو۔"

"جی ہاں! پچھلی رات اس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔ لیکن وہ شراب پیتی ہی نہیں ہے۔"

"یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔"

"میں نے اس کے قریبی دوستوں سے معلوم کیا ہے۔"

"خیر۔ اور کچھ۔"

"پاگل کتوں کا تذکرہ اس کا محبوب مشغلہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ جہاں بھی بیٹھتی ہے پاگل کتوں کا تذکرہ ضرور چھیڑتی ہے۔"

"تذکرے کا مقصد کیا ہوتا ہے۔"

"شہاب فکری کی حالت پر افسوس ظاہر کرنا . . . اس کے لئے رونا اور سسکیاں لینا۔"

"تو وہ شہاب کی محبوبہ ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کی محبوبہ ہے۔ یا وہ اس کا محبوب ہے۔"

"کتوں کے تذکرے کے سلسلے میں اور کیا کہتی ہے۔"

"اسے اس پر حیرت ہے کہ شہاب فکری سمیت اب تک چار سیاسی لیڈر پاگل کتوں کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ سیاسی لیڈر ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پارٹی بھی وہ ہے جو اس بار یقینی طور پر برسر اقتدار پارٹی کو انتخابات میں شکست دے دے گی۔"

"گڈ۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "غالباً پچھلی رات وہ فیاض کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"جی ہاں۔ مگر فیاض صاحب اس کے مافی الضمیر سے واقف نہیں ہو سکے کیونکہ وہ خود کو نشے میں پوز کر رہی تھی۔"

"خیر ان چاروں لیڈروں کے بارے میں کیا خبر ہے۔"

"ان کا ذہنی توازن اب بھی ٹھیک نہیں ہو سکا۔"

"اس کے علاوہ پاگل کتوں کے بارے میں اور کوئی رپورٹ۔"

"نہیں جناب۔ مگر میرا خیال ہے کہ شہر میں اس قسم کی اور بھی وارداتیں ہوئی ہوں گی چونکہ وہ مشہور سیاسی لیڈر ہیں اس لئے ان کا معاملہ شہرت پا گیا۔"

"تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا اس سلسلے میں کوئی ایسا کیس تلاش کرو جو کسی عام آدمی کا ہو۔"

"میں کوشش کروں گا جناب۔"

"نہیں۔ ٹھہرو۔ سب سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ آج فیاض کے قدم اپریل میں نہ بھٹکنے پائیں۔"

"میں کوشش کروں گا جناب۔"

"بلکہ وہ اپریل تک پہنچنے ہی نہ پائے تو بہتر ہے۔"

"یہ نسبتاً آسان ہو گا جناب۔"

"مجھے یقین ہے۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد پھر وہ نشست کے کمرے میں واپس آ گیا۔

لیکن دس منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ نشست کے کمرے والے فون کی گھنٹی بجی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"ہیلو" عمران ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔

"آہستہ بولو کہیں لائن نہ خراب ہو جائے" دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

"تمہاری بلا سے تم کون ہو"

"فیاض"

"کیا ہے"

"میں تمہیں ایک ماہ کی مہلت دے سکتا ہوں"

"مگر میں کل ہی فلیٹ خالی کر رہا ہوں" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنی جلدی بھی نہیں ہے"

"کچھ بھی ہو میں نہیں دیکھ سکتا کہ تمہارے عزیز سڑکوں پر ڈیرے ڈالتے پھریں"

"میں پھر آرہا ہوں زبانی گفتگو کروں گا" فیاض نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ آرام کرسی میں گر کر چیونگم کا پیکیٹ پھاڑنے لگا۔

فیاض نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ شاید اس نے کہیں قریب سے ہی فون کیا تھا۔

عمران لاپروائی سے آرام کرسی میں پڑا رہا۔

"ہام" فیاض بیٹھتا ہوا مسکرایا "تم بڑے خدا ترس بن رہے ہو۔ آج کل۔ یعنی یہ فلیٹ کل ہی خالی کر دو گے"

"پپ"

فیاض ہنسنے لگا لیکن اس ہنسی میں کھوکھلا پن تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم یہ فلیٹ کیوں خالی کرانا چاہتے ہو" عمران نے کہا۔

"کیا جانتے ہو"

"یہی کہ شہاب نگری کی مجوسہ۔۔۔ مجذوبہ۔۔۔ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔"

"کچھ بھی کہتے ہوں۔ لیکن اس نے جو کچھ بھی کہا ہے قابل غور ہے" فیاض بول پڑا۔

"لیکن فیاض صاحب وہ نشے میں نہیں تھی" عمران بولا۔

"کیا بات کرتے ہو۔ اس کے منہ سے بو آرہی تھی"

"خیر چلو تسلیم کر لیا لیکن وہ تم سے کیا چاہتی ہے۔ رو کیوں رہی تھی"

"بات یہ ہے کہ وہ شہاب کو بیحد چاہتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ان سب حرکتوں کے ذمہ دار وہ ممالک ہیں جو موجودہ برسرِ اقتدار پارٹی ہی کو برسرِ اقتدار دیکھنا چاہتے ہیں"

"یعنی ان پاگل کتوں کا تعلق برسرِ اقتدار پارٹی سے ہے" عمران نے کہا۔

"غالباً وہ مجھے یہی باور کرانا چاہتی تھی۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اس قسم کی کوئی سازش کسی دیسی آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس میں کسی بیرونی ہی طاقت کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ مگر تم خود سوچو۔۔۔ کیا وہ پاگل کتے صرف سیاسی لیڈروں ہی کو پہچانتے ہیں"

"کیا ان چاروں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی کیس رجسٹر نہیں ہوا۔۔۔"

"میرے علم میں تو نہیں ہوا" فیاض بولا۔

"کیا تم نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی" عمران نے پوچھا۔

خصوصیت سے اس فکر میں ہیں"

"اچھا تمہارا کیا نظریہ ہے؟"

"میں یہ سوچتا ہوں کہ ۔ ۔ ۔ اس میں صداقت بھی ہو سکتی ہے ۔ ۔ ۔ تم اسے اتفاق کیسے کہو گے۔ ایک نہیں بلکہ چار لیڈران پاگل کتوں کے شکار ہوئے ہیں۔ اور چاروں ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور پارٹی بھی وہ ہے۔ جو آنے والے انتخاب میں سو فیصدی کامیابی حاصل کرے گی۔"

"آہا تو میں بس یہ سمجھ لوں کہ اب تم برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف تحقیقات شروع کر دو گے۔"

"ب ۔ ۔ ۔ بات ۔ ۔ ۔ تو سنو۔" فیاض ہکلایا۔ "مطلب یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں تمہارا خیال معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تو اب مجھے معلوم ہی ہو گیا ہے کہ تم پہلے ہی سے اس کے چکر میں تھے۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں بولا۔ "تم غلط سمجھے ہو۔ ۔ ۔ ۔ مجھے آج یہ معلوم کر کے بے حد صدمہ ہوا ہے کہ وہ لڑکی جس سے مجھے وہ ہو گئی تھی ۔ ۔ ۔ دراصل نہاب شکری ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ شہاب فکری سے وہ کرتی ہے۔"

"تم گدھے ہو تمہیں کسی سے وہ ہو ہی نہیں سکتی۔ تمہارے سینے میں ویسا دل نہیں ہے۔" فیاض ہنسنے لگا۔

"خیر — سوپر فیاض۔ میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھے بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کیا کروں۔"

"صبر کرو۔" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "فرض کرو۔ یہ حقیقت بھی ہوتی تو سب سے پہلے تمہیں برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف

تفتیش کر سکو۔"

"سنو تو سہی" فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا تعلق برسرِ اقتدار پارٹی سے نہ ہو۔"

"پھر"

"میں تہمینہ ہی کے خیال سے متفق ہوں۔" فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی بیرونی طاقت اس کی ذمہ دار ہو۔ وہ اس پارٹی کا اقتدار پسند نہ کرتی ہو۔"

"اونہہ ختم بھی کرو۔ ابھی تم نے کیا نام لیا تھا۔ ہائے مجھے تو اس فلبدن کا نام ہی نہیں معلوم تھا۔"

"فلبدن" فیاض اسے گھورتا ہوا بڑبڑایا۔ "تم کیا بک رہے ہو۔"

"اوہو ۔ ۔ ۔ تو کچھ اور کہتے ہوں گے۔" اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میری تو نیندیں حلال ہو گئیں۔ ارے نام بتاؤ اس کا۔"

"تہمینہ"

"آہا ۔ ۔ ۔ کیا نام ہے ۔ ۔ ۔ بھنے ہوئے قیمے کا مزہ آ گیا۔" عمران کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا۔

"تم نہیں بتاؤ گے مجھے۔"

"کیا بتاؤں — ڈیئر سوپر فضی۔"

"مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیئے۔"

"فی الحال تم اسے ایک چٹپٹی سی غزل لکھ بھیجو اور انتظار کرو کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ اگر وہ لکھ دے کہ جناب بجائی صاحب سب خیریت ہے تو سو فیصدی اسے اپنی بھی خیریت سمجھو۔"

"فضول بکواس مت کرو۔ مجھے اس لڑکی پر رحم آتا ہے۔"

"مگر اپنی بیوی پر رحم نہیں آتا... آہا... لیکن اب وہ لڑکی کہاں رہی ہے۔ اگر تم لڑکیوں کے والدین پر رحم کیا کرو سوپر فیاض تو خدا بھی خوش ہوگا۔"

"تمہاری ایسی کی تیسی۔" فیاض جھلا کر اٹھ گیا۔

"کیا اب پھر فلیٹ خالی کرنا پڑے گا۔" عمران نے بے بسی سے پوچھا۔

"نہیں اب شائد تمہیں یہ شہر ہی چھوڑنا پڑے۔ تم سرکاری کاموں میں حائل ہوتے ہو۔"

"مجھے علم نہیں تھا کہ تم پچھلی رات سرکاری موڈ میں تھے اور وہ سرکار کے لئے رو رہی تھی... اچھا سوپر فیاض... ٹاٹا..."

"میں نہیں جاؤں گا۔" فیاض پھر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ اب مجھے اس فلیٹ میں ایک یتیم خانہ قائم کرنا پڑے گا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں تمہارے خلاف تہمینہ سے ایک رپورٹ درج کرا دوں گا۔"

"وہ رپورٹ کیا ہوگی۔ سوپر فیاض۔"

"یہی کہ تم اس کا تعاقب کرتے ہو۔"

"ارے مر گیا۔" عمران خوفزدہ سی آواز میں بولا۔

"اور پھر تم سے پوچھوں گا کہ آج کل کن ہواؤں میں رہتے ہو۔"

"نہیں خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔"

دفعتاً دروازے پر کسی نے دستک دی اور عمران سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"آجاؤ۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

دروازہ کھلا اور فیاض ہکا بکا رہ گیا۔ آنے والی ایک دراز قد اور صحت مند لڑکی تھی۔ اس کے بال بھورے اور گھونگریالے تھے لیکن انہیں سمیٹ کر باندھا نہیں گیا تھا۔ بلکہ وہ اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ لڑکی بھی فیاض کو دیکھ کر متحیر نظر آنے لگی تھی۔

"اوہ... کیپٹن..." لڑکی کے ہونٹوں پر ایک جھجکتی ہوئی مسکراہٹ تھی

"تم یہاں کیسے؟" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

عمران احمقانہ انداز میں کبھی فیاض کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی لڑکی کی طرف۔

"مجھے اطلاع ملی تھی۔" لڑکی اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر بولی۔ "کہ آپ یہاں ہیں۔"

پھر اس کی نظر عمران پر پڑی اور وہ ٹھٹھک گئی۔ عمران کا منہ کھلا ہوا تھا وہ ایک بار ہنسنے کے سے انداز میں پھیلا اور پھر سکڑ گیا۔ اس وقت وہ سر تا پا حماقت بنا ہوا تھا۔

"او ہو ـــ تو آؤ چلیں۔" فیاض لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ لڑکی مڑ مڑ کر اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

....

اسی رات کو ایریل نائٹ کلب کی تیرھویں میز پر عمران تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ اور پھر آگے بڑھ گیا۔ میز خالی تھی اور اس پر ریزوَلیشن کارڈ پڑا ہوا تھا۔ بلیک زیرو کی بہم پہنچائی ہوئی اطلاع کے مطابق یہ میز تہمینہ کے لئے مخصوص تھی۔ پچھلی رات بھی اس نے اسے اسی میز پر دیکھا تھا۔

عمران ایک ایسی میز پر بیٹھ گیا جو کسی کے لئے مخصوص نہیں تھی۔ اسے تہمینہ کی آمد کا انتظار تھا۔ تہمینہ جسے وہ اپنی دانست میں صرف تیرہ نمبر کی میز کے توسط سے پہچان سکتا۔

اسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کیونکہ ٹھیک ساڑھے نو بجے ایک لڑکی تیرہ نمبر کی میز پر نظر آئی۔ مگر وہ عمران کے لئے اجنبی بھی نہیں تھی وہ تو وہی لڑکی تھی جو آج ہی نیاض کی موجودگی میں اس کے فلیٹ میں آئی تھی اور جسے نیاض اپنے ساتھ لے کر بڑی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ عمران نے میز پر رکھا ہوا گلدان اپنے چہرے کے سامنے کھسکا لیا۔ لڑکی کے چہرے پر تفکر مندی کے آثار تھے وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر اس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ

کہا۔ ویٹر مودبانہ انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

لڑکی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں کچھ دیر بعد ویٹر پورٹ کی ایک بوتل اور چھوٹا سا گلاس ٹرے میں رکھ لایا۔ بہتیرے لوگ اسے گھور رہے تھے۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہاں کسی سے بھی اس کی شناسائی نہ ہو۔ اگر یہاں اس کے جاننے والے بھی موجود ہوتے تو وہ اپنی میز پر تنہا نہ ہوتی۔

عمران اس وقت اپنی میز سے اٹھا جب وہ پورٹ کا گلاس ختم کر کے اپنے ہونٹ رومال سے خشک کر رہی تھی۔

وہ سیدھا اس کی میز کی طرف چلا گیا۔ پہلے تو تہمینہ اسے دیکھ کر جھجک پڑی مگر پھر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے آج ہی آپ کو دیکھا تھا" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "تشریف رکھیئے جناب"

عمران بیٹھ گیا۔

"کیا آپ ہی مسٹر عمران ہیں" تہمینہ نے پوچھا۔

"جج ۔۔ جی ہاں ۔۔" عمران نے کہا اور اس انداز میں اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا جیسے وہ اس لڑکی سے بیحد مرعوب ہو گیا ہو۔

"مجھے لیڈی تنویر نے آپ کے [illegible] بھیجا تھا"

"اف ۔۔۔ فوہ ۔۔۔ لیڈی تنو" عمران کچھ اور زیادہ بدحواس ہو کر بولا "ان سے کہہ دیجئے گا میں بھولا نہیں ہوں۔ ان کا قرض ادا کر دوں گا۔ بات یہ ہے ۔۔۔ یہ ۔۔۔ اور ۔۔۔"

"مجھے تہمینہ کہتے ہیں" لڑکی بولی۔

"اوہ۔ اچھا جی ہاں۔۔۔ دیکھئے! بات دراصل یہ ہے کہ بزنس میں گھاٹا ہوگیا۔۔۔ آج کل سرسوں کا ابھار گر رہا ہے۔۔۔ میں نے سوچا تھا کہ شکر قند۔۔۔"

تہمینہ ہنسنے لگی اور ہاتھ اٹھا کر بولی "بس عمران صاحب مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ آپ لیڈی تنویر کا قرض ادا کریں یا نہ کریں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میں تو ایک التجا لے کر آئی تھی۔"

"اوہو تو اس وقت ہے آپ کے پاس۔"

"کیا؟"

"التجا۔"

"وہ پھر مسکرائی اور بولی "میری مدد کیجئے مسٹر عمران۔۔۔ میں بےحد پریشان ہوں اور ٹھہریئے مگر آپ پورٹ کیا پئیں گے۔ پھر میں آپ کے لئے کیا منگواؤں"

"میں ساڑھے نو بجے کے بعد صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"خیر۔ آپ نہیں پیتے اور میں نے بھی حال ہی میں شروع کی ہے۔ میں کیا کروں، بھئیے۔ جب الجھنیں حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو آدمی کیا کرے پھر شراب ہی تو سہارا دیتی ہے۔"

"جی ہاں۔ اسی صورت میں جب ہمدرد کی قرص لیدینہ دستیاب نہ ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"بڑھتی ہوئی الجھنیں عموماً معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔"

"کاش آپ کو حالات کا علم ہوتا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"کیسے حالات مس تہمینہ۔۔۔"

"تہمینہ جناب" وہ پھر ہنس پڑی۔

"معاف کیجئے گا مجھے نام یاد نہیں رہتے۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ استقلال پارٹی کے چار لیڈر پاگل ہوگئے ہیں۔"

"چار پاگل — لیڈر ہوگئے ہیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"مسٹر عمران۔ خدا کے لئے میری بات سنجیدگی سے سن لیجئے۔ لیڈی تنویر کا خیال ہے کہ صرف آپ ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اب بڑی لاپروائی سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

تہمینہ نے پھر کہا "لیڈی تنویر نے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ بہت مشکل سے قابو میں آئیں گے۔"

"لیڈی تنویر نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ شہاب فکری کو کب سے جانتی ہیں۔"

"میرے خدا" تہمینہ اچھل پڑی۔ پھر آہستہ سے بولی "کیا کیپٹن فیاض نے آپ کو بتایا تھا۔"

"جی نہیں کیپٹن فیاض بھی اپنا قرض ہی وصول کرنے آیا تھا۔"

"پھر آپ نے یہ سوال مجھ سے کیسے کیا؟"

"کیونکہ میں بارہا آپ کو شہاب فکری کے ساتھ دیکھ چکا ہوں اور مجھے اس کا بھی علم ہے کہ آج کل کسی پاگل کتے نے اسے سچ مچ لیڈر بنا دیا ہے۔"

"اوہ — اتنی بے دردی سے اس ٹریجڈی کا تذکرہ نہ کیجئے مسٹر عمران۔"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"اچھا" عمران نے بڑی سعادتمندی ظاہر کی۔

"کیپٹن فیاض یہ کام کیوں نہیں کر سکیں گے۔ کیا آپ مجھے اس کی وجہ بتا سکتے ہیں؟" تہمینہ نے پوچھا اور دوسرا گلاس لبریز کرنے لگی۔

"وجہ آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتی ہیں"

"نہیں آپ کا خیال معلوم کرنا چاہتی ہوں"

"میرا خیال یہ ہے کہ آپ خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہی ہیں" یہ چاروں حادثات اتفاقیہ بھی ہو سکتے ہیں"

"اتفاقیہ — ہرگز نہیں۔ میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ ایک ہی پارٹی کے چار لیڈر اور لیڈر بھی کیسے جن پر پارٹی کے استحکام کا دارومدار تھا — کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس بار یہی پارٹی برسرِ اقتدار آئے گی"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ پھر"

"کیا بہترین لیڈروں سے محروم ہو جانے پر یہ پارٹی الیکشن کے زمانے تک زندہ رہ سکے گی"

"نہیں"

"آپ ہی بتائیے کہ میں انہیں اتفاقیہ حادثات کیسے سمجھ لوں"

"سمجھئے... لیکن ابھی تک آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ آپ شہاب فکری کو کب سے جانتی ہیں"

"سالہا سال سے ہم دونوں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ اوہ مسٹر عمران کیا اتنی چھوٹی عمر میں اتنی ترقی حیرت انگیز نہیں ہے۔ وہ ملک کا سب سے کمسن لیڈر ہے"

"یقیناً ہے"

"پھر بتائیے۔ میں کیا کروں"

"اچھا میں کوشش کروں گا کہ وہ ایک سال کے اندر ہی اندر بوڑھا ہو جائے اور کوئی خدمت ہے"

تہمینہ پھر ہنسنے لگی مگر انداز رو دینے کا سا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ گفتگو کرتے وقت اظہارِ خیال کے لئے الفاظ کا انتخاب میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے"

"کیا شہاب شروع ہی سے اس پارٹی کے لئے کام کرتا رہا ہے" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس نے اب تک کئی پارٹیاں بدلی ہیں۔ دیکھئے نا مسٹر عمران آگے بڑھنے کے لئے یہی کرنا پڑتا ہے۔ ایک آدھ بار اس سے اندازے کی غلطی بھی ہوئی ہے ورنہ وہ اس وقت وزیر نہ ہوتا"

"یعنی... وہ موجودہ برسرِ اقتدار پارٹی کا ایک رکن ہوتا"

"غالباً"

"لیکن اندازے کی غلطی اسے استقلال پارٹی کی طرف لے آئی"

"جی ہاں"

"اور جب استقلال پارٹی کے آگے بڑھنے کے امکانات پیدا ہوتے تو پاگل کتوں کی بن آئی"

تہمینہ نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ تیسرا گلاس بھر رہی تھی۔

"اچھا تو پھر آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں" عمران نے پوچھا۔

"برسرِ اقتدار پارٹی کے ان افراد کے خلاف تفتیش کیجئے، جو یہ سب کچھ کرا رہے ہیں"

"اگر تفتیش ہو بھی گئی تو آپ کیا بنا بگاڑ لیں گی!"

"میں اپنے سینے میں چھرا گھونپ لوں گی۔ اس سازش کے خلاف پوری قوم کو بھڑکا دوں گی۔"

"چھرا گھونپ لینے سے پہلے یا بعد!"

"میرا مضحکہ نہ اڑائیے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ مطمئن ہو جاؤں۔"

"بس مطمئن ہو جائیے کہ یہ برسر اقتدار پارٹی ہی کے کچھ افراد کی حرکت ہے۔"

"آپ کو یقین ہے۔"

"میں سنی ہوئی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔"

"میں کہتی ہوں یہ سب کچھ جہنم میں جائے لیکن شہاب کی ذہنی حالت ٹھیک ہو جائے۔ مجھے اس کے سیاسی کیرئیر سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کیا میں کوئی ڈاکٹر ہوں کہ اس کی ذہنی حالت ٹھیک کر سکوں گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا چاہتی ہوں۔"

"اور میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کس معاملے میں میری مدد کی خواہاں ہیں۔ غالباً آپ نے فیاض سے بھی مدد ہی طلب کی تھی۔"

"جی ہاں۔ مگر وہ سرکاری آدمی ہیں۔"

"برسر اقتدار پارٹی کے کسی فرد کے خلاف تفتیش نہیں کر سکے گا۔ کیوں؟"

"جی ہاں۔ آپ سمجھتے ہی ہیں۔"

"میں سب کچھ سمجھتا ہوں۔ پھر بھی میرا سوال تشنہ رہا جاتا ہے جب آپ بھی برسر اقتدار پارٹی کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں گی تو تفتیش سے فائدہ ہی کیا۔"

"مجھے شبہ ہے کہ شہاب اس سازش سے واقف تھا۔"

"آہا۔ ٹھیک اب آپ نے کام کی بات شروع کی ہے۔ لیکن آپ کو اپنے شبہ کی وجہ بھی بتانی پڑے گی۔"

"اس نے اکثر تذکرہ کیا ہے کہ استقلال پارٹی اپنی بے پناہ مقبولیت کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔"

"اوہ۔ کیا یہ صرف شہاب ہی کا خیال تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ صرف شہاب ہی ایسا سوچ رہا تھا۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ اب بھی ایک عام آدمی کا یہی خیال ہے کہ اس بار استقلال پارٹی اکثریت میں ہو گی۔"

"شہاب نے اپنے اس خیال کی وجہ کیا بتائی تھی۔"

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے وجہ پوچھی ہی نہیں تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ اتنی اہم بات نہیں تھی۔ ہم کسی ایک چیز کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھ سکتے ہیں۔"

"مگر۔۔۔ بس تخ۔۔۔ ار۔۔۔ تھینہ۔۔۔ میں اب بھی سوچ رہا ہوں کہ آپ نے اپنے تمام تر شبہات مجھ پر ظاہر کر دیئے ہیں یا اب بھی کچھ چھپا رہی ہیں۔"

"میں کیا چھپا رہی ہوں۔"

"ان لوگوں کی شخصیتیں جن پر آپ کو حقیقتاً شبہ ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی لیکن بدستور عمران کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔ عمران نے بھی اپنے سوال کے جواب پر زور نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا "میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکوں گا۔ مجھے افسوس ہے۔ آپ فیاض

ہی سے اس سلسلے میں گفت و شنید کیجئے۔"

"مسٹر عمران۔ پلیز۔۔۔ بیٹھ جائیے۔۔۔ خدا کے لئے بیٹھ جائیے۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر رو دینے کے سے انداز میں بولی۔

"ہاں۔ آں۔۔۔ میں بیٹھ سکتا ہوں۔ لیکن ہم شیرازی کبوتروں کے متعلق گفتگو کریں گے۔"

"شیرازی کبوتروں کے متعلق۔" تہمینہ نے حیرت سے دہرایا۔

"چلئے میں مرغیاں بھی برداشت کر لوں گا۔ مگر آپ اب پاگل کتوں کا تذکرہ نہیں چھیڑیں گی۔"

تہمینہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "لیڈی تنویر نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ مسٹر عمران خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔ میرا مستقبل اب صرف اسی شخص کے ہاتھوں میں ہو سکتا ہے۔۔۔ جو۔۔۔"

یک بیک وہ خاموش ہو گئی۔۔۔ پھر تھوڑے توقف کے ساتھ بولی۔ شہاب ہی میرا مستقبل ہے۔۔۔ اور آپ نے اس سلسلے میں وہ بات پوچھی ہے جو کیپٹن فیاض نے پوچھی تھی۔ آپ کو شبہ ہے کہ میں ایسے کسی آدمی کو جانتی ہوں، جو ان واقعات کا ذمہ دار قرار دیا جا سکے۔"

"ہاں میں یہی محسوس کرتا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"مگر میں کسی خاص آدمی کے خلاف شبہ نہیں ظاہر کرنا چاہتی۔"

"آپ کی مرضی۔۔۔ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اب مرغیوں اور کبوتروں کے متعلق گفتگو کیجئے۔ کیا خیال ہے۔ اگر منارکا مرغیوں کو فرنچ سکھائی جائے تو کتنے دنوں میں تلفظ پر قادر ہو سکیں گی۔"

"مسٹر عمران میں اپنا شبہ ظاہر کر دوں گی۔۔۔ خدا کے لئے مجھے بور نہ

کیجئے۔ میں ہنسنا نہیں چاہتی۔"

"آپ رونا شروع کر دیجئے۔ اگر میں بھی ساتھ نہ دوں تو میری گردن اڑا دیجئے گا۔ کیا لیڈی تنویر نے یہ نہیں بتایا تھا کہ عمران یاروں کا یار ہے۔۔۔ کسی حال میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اکثر میرے پڑوس کی بوڑھیاں میتوں پر بین کرانے کے لئے مجھے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ اور میں غمزدوں کی لسیٹنگ خوش کر دیتا ہوں۔"

وہ پھر ہنس پڑی مگر انداز رو دینے کا سا تھا۔

"بیٹھئے" وہ یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ "جب میں نے شہاب سے استقلال پارٹی کی غیر متوقع شکست کے امکانات کی وجہ پوچھی تھی تو اس نے اس پر کوئی منطقی بحث نہیں کی تھی بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ نواب مشکور اس سلسلے میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔

"نواب مشکور۔۔۔ ارے وہ تو ڈمی ہے۔۔۔ مٹی کا ڈھیر۔" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"کیوں؟"

"ارے بس وہ قومی اسمبلی کا ایک ممبر ہے۔ نہ کبھی اخبارات میں اس کے بیانات آتے ہیں اور نہ کبھی میں نے کسی اخبار میں اس کی تصویر ہی دیکھی ہے اجلاس کے دوران میں بھی اسے کبھی بولتے ہوئے نہیں سنا گیا۔"

"اس لئے وہ مٹی کا ڈھیر ہے۔" تہمینہ مسکرائی۔

"چلئے شکر کا ڈھیر سمجھ لیجئے۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا آپ نے اسے کبھی دیکھا ہے۔"

"نہیں۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا دیا۔ "وہ بہت کم اپنے مکان کی چہار دیواری سے نکلتا ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران میں بھی وہ بند

گاڑیوں میں آتا ہے۔"

"لیکن اس کے پاس بے شمار اقسام کے کتے ہیں۔" تہمینہ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کہا۔

"تب آپ اُسے غلاظت کا ڈھیر کہہ سکتی ہیں۔"

"پوری بات سنیئے۔" وہ جھلا گئی۔

"آپ بتاتی کب ہیں کہ بات پوری ہو گئی یا نہیں ہوئی۔ اگر میں یہ بوتل نیچے رکھ دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔"

تہمینہ کا گلاس خالی ہو چکا تھا اور وہ بوتل کی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ عمران نے اسے اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور تہمینہ کے ہونٹوں پر ایک جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"ہاں اب آپ اپنی پوری پوری باتیں مجھے سنا سکتی ہیں۔" عمران نے کہا "میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ سنوں گا۔"

"خیر — ہاں۔۔۔ آپ۔۔۔ مجھے زیادہ اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے آج کل صرف شراب ہی سکون بخشتی ہے۔ آپ نے مجھے اس سے بھی محروم کر دیا۔"

"وقتی طور پر۔۔۔ اس کے بعد اگر آپ دو چار مشکیں بھی پی جائیں گی۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اب آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ لیکن بات پوری نہیں ہوئی تھی۔"

"ہاں۔۔۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ وہ کتوں کا بےحد شوقین ہے۔ میں نواب شکور کی بات کر رہی ہوں۔ اس کے پاس بہتیرے ایسے ٹرینڈ کتے ہیں جو اکثر

بڑے بڑے کام کر گذرتے ہیں۔"

"آہا۔۔۔ یاد آیا۔۔۔ پچھلے سال ایک کتے نے کسی مشاعرے میں غزل بھی پڑھی تھی۔"

"مسٹر عمران" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"فرمائیے۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آپ کو شرم آنی چاہیئے۔"

"اب آیا کرے گی۔۔۔ کیونکہ نواب شکور کے کتے بھی غزل پڑھنے لگے ہیں اور میں ذرا کوڑھ مغز ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں بھی کچھ نہ کہوں گی۔"

"نہیں آپ دوسری باتیں کیجئے۔ میں کسی خیراتی یا رمضانی کی مرغیوں کے متعلق سن لوں گا۔ لیکن نواب شکور کے کتوں کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔"

"آپ کے فرشتے بھی سنیں گے۔" وہ میز پر گھونسہ مار کر بولی "ورنہ میں ابھی آپ کا گریبان پکڑ لوں گی۔"

"ایسی حرکت بھی نہ کیجئے گا۔ ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ یہاں میرا ملازم بھی موجود نہیں ہے کہ ٹائی کی گرہ دوبارہ درست کر دے گا۔"

وہ اسے گھورنے لگی اور عمران پھر دردناک آواز میں بولا "مجھے آج تک ٹائی باندھنا نہ آیا۔۔۔ ہمیشہ چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ میرا نوکر سلیمان اس سلسلے میں میری مدد کرتا ہے۔"

"آپ آخر میری بات کیوں نہیں سنتے۔"

"اگر وہ سچی ہوں تو میں ہر قسم کی باتیں سن سکتا ہوں۔"

"اچھا تو سنیئے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت نواب شکور کی ہے۔ وہ ایسے

کتے پیدا کر سکتا ہے جو صرف چند مخصوص آدمیوں پر حملے کریں — یہ خود اس کا دعویٰ ہے۔"

"کیا آپ نواب شکور کو قریب سے جانتی ہیں؟"

"میں نے آج تک اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔"

"پھر آپ کو اس دعویٰ کا علم کیسے ہوا؟"

"یہ بات بھی مجھے شہاب ہی سے معلوم ہوئی تھی۔"

"کیا شہاب اس کے خاص ملنے والوں میں سے ہے؟"

"اس کا علم مجھے نہیں ہے۔"

"کچھ دیر پہلے تو آپ کو کسی بات کا علم نہیں تھا۔"

"پہلے میں خاص طور سے کسی کا نام لینا نہیں چاہتی تھی۔"

"خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں — مگر ایک بات۔"

"میں پورا پورا معاوضہ ادا کروں گی۔"

"خیر معاوضے کی بات تو بعد کو ہوگی۔ آپ یہ بتائیے کہ آپ کا ذریعہ معاش؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ویسے لوگوں کا خیال ہے کہ میں کروڑوں کی جائیداد کی مالک ہوں۔"

"آپ اپنا خیال ظاہر فرمائیے۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ میں دس بیس ہزار معاوضے کی صورت میں بآسانی ادا کر سکوں گی۔ لہٰذا آپ کو اس کی فکر نہ ہونی چاہیے۔ لیڈی تنویر کسی مفلس عورت کو آپ کے گھر کا پتہ نہیں بتا سکیں گی۔"

"آپ بحالت موجودہ بھی اس جائیداد کی مالک ہیں یا کسی کے بعد مالک بننے کی امید ہے۔"

"میں اس وقت بھی اس کی مالک ہوں۔"

"قیام کہاں ہے؟"

"سلطان محل میں۔"

"اوہ — تو آپ وہ ہیں۔ مگر سلطان محل کی مالکہ کا نام تہمینہ تو نہیں ہے۔"

"کشور سلطان میرا خاندانی نام ہے . . . یہ نام تو شہاب نے طالب علمی کے زمانے میں میرے لئے تجویز کیا تھا۔"

"نواب شکور سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟"

"بس اتنا ہی کہ ہم دونوں کا شجرہ ایک بادشاہ سے جا ملتا ہے۔"

"اچھا مس تہمینہ میں آپ سے کسی وقت ملوں گا۔"

"میں کچھ رقم پیشگی بھی دے سکوں گی۔ مگر ابھی تک آپ نے معاوضے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"معاوضہ میں لیڈی تنویر کے فیصلے پر چھوڑتا ہوں۔" عمران نے کہا۔ اور اٹھ گیا۔

●

نواب شکور تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ایک گوشہ نشین قسم کا جھکی آدمی تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دن رات یا تو پڑھا کرتا ہے یا پھر اس کی دلچسپی کا واحد مرکز اس کے کتے ہیں اور کتوں سے شوق کے بارے میں کئی طرح کی باتیں سنی جاتی تھیں۔ جن کی تصدیق ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ کتوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے کی فکر میں ہے جس کے سلسلے میں وہ آئے دن نت نئے تجربات کرتا ہے۔ کچھ لوگ اور بھی لغو قسم کی افواہیں پھیلاتے تھے۔

بہر حال عمران تک سنی سنائی باتیں پہنچی تھیں۔ نہ اس نے آج تک نواب شکور کو دیکھا تھا اور نہ کسی معتبر آدمی کی زبانی اس کے متعلق کچھ سنا تھا اس نے کبھی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی کہ وہ اس کے متعلق کچھ معلوم کرے۔ کیونکہ شہر میں تو اس سے بھی بڑے بڑے سنکی آدمی موجود تھے اور خود عمران ہی کس سے کم تھا۔ دوسرے لوگ خود اسی کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلایا کرتے تھے۔

لیکن اب وہ دو دن سے نواب شکور کے متعلق باقاعدہ طور پر چھان بین کر رہا تھا شہر میں کچھ ایسے آدمی بھی موجود تھے۔ جنہوں نے نواب شکور کو قریب سے دیکھا تھا اور اس کی بیشتری عادات و خصائل سے واقف تھے۔ عمران نے ایسے ہی لوگوں کو اپنی معلومات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی تھی۔

اسے معلوم ہوا تھا کہ نواب شکور سچ مچ کریک ہے۔ اس کی عمر تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ اسے مطالعہ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ساٹھ سال کی عمر میں باقاعدہ طور پر سیاست میں حصہ لینے کے قابل ہو جائے گا فی الحال وہ تجربات حاصل کر رہا تھا۔ اس نے پچھلے انتخابات میں حصہ لیا تھا۔ اور سب سے مضبوط پارٹی کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مضبوط پارٹی موجودہ برسرِ اقتدار پارٹی تھی۔ پارٹی کو انتخابات کے دوران میں مالی مشکلات درپیش تھیں، جو نواب شکور کی مدد سے دور ہو گئی تھیں۔ اس لئے نواب شکور کو قومی اسمبلی کے لئے ایک نشست حاصل کر لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ لیکن حقیقتاً اس کا کوئی سیاسی کیریئر نہیں تھا۔ جیسے سیٹھ نجو خاں فجو خاں اسمبلی کے ممبر ہو گئے تھے اسی طرح نواب شکور نے بھی نشست حاصل کر لی تھی۔ عمران کے خیال کے مطابق دونوں ہی مٹی کے ڈھیر تھے۔

لیکن اسے اس سے غرض نہیں تھی۔ وہ تو نواب شکور کو تعینہ کے شبہات کے تحت ایک مخصوص مسئلے کے سلسلے میں چیک کرنا چاہتا تھا۔

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ نواب شکور سے ملنا آسان کام نہیں ہے۔ اوّل تو یوں بھی بہت کم لوگ اس کی طرف رُخ کرتے تھے اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا ادھر جا بھی نکلتا تو نواب شکور کا سیکرٹری یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ نواب صاحب پہلے سے وقت کا تعین کئے بغیر کسی سے نہیں ملتے۔ اس پر بھی اگر کوئی وقت کا تعین کر کے ملاقات کرنے پر آمادہ ہو جاتا تو جواب ملتا، نواب صاحب آئندہ ماہ تک اتنے مشغول رہیں گے کہ شاید ملنے کا وقت نہ نکال سکیں۔ عمران نے اس طرح ملنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کس قسم کے لوگ باآسانی نواب شکور تک پہنچ سکتے ہیں۔

نواب شکور کو کتابوں کے دیباچے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ شہر کے وہ کم مایہ ادیب جو اپنی کتابیں خود چھاپنا چاہتے عموماً نواب شکور ہی سے ان کے دیباچے لکھواتے تھے۔ مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ اسی بہانے نواب شکور سے کچھ نہ کچھ وصول کر لیں۔ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اس سے دیباچہ لکھوا کر لے جاتے اور دو تین دن بعد پھر پہنچ کر کہتے کہ پبلشر نے اب ان کی کتاب چھاپنے سے انکار کر دیا ہے۔ محض اس بنا پر کہ دیباچہ نواب شکور سے کیوں لکھوایا گیا۔ اس پر نواب شکور کو تاؤ آجاتا اور وہ اس ادیب سے کہتا کہ وہ خود ہی اپنی کتاب کیوں نہیں چھاپتا۔ ادیب اپنی مفلسی کی داستان شروع کر دیتا اور نواب شکور پورے نہیں تو آدھے اخراجات کا ذمہ ضرور لے لیتا تھا۔

بس اسی طرح ایک دن ایک مسودہ سنبھال کر عمران بھی ادھر جا نکلا۔ سب سے پہلے سیکرٹری سے مڈبھیڑ ہوئی اور اسے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کوئی ادیب ہے اور اپنی کتاب کے لئے دیباچہ لکھوانا چاہتا ہے تو اس نے سب سے پہلے یہی سوال کیا کہ کسی پبلشر سے ابھی معاملہ تو طے نہیں کیا۔

نفی میں جواب پا کر سیکرٹری نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا "تب پھر آپ میرے لئے کیا کر سکیں گے۔"

عمران کو اس پر حیرت تو ہوئی لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا ویسے اس نے جملے کی مزید وضاحت کی درخواست ضرور کی تھی۔ اس پر سیکرٹری نے ازراہ ہمدردی اسے بتایا تھا کہ اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔ اگر کچھ وصول کرنے کی نیت ہے تو یہ کہا جائے کہ پبلشر سے معاملات طے ہو چکے ہیں۔

عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں وعدہ کر لیا کہ وہ یقینی طور پر جھوٹ

بولے گا۔ پھر سیکرٹری نے اسے بالکل ہی گاؤدی سمجھ کر کچھ گُر کی باتیں بتائیں اور اس سے وعدہ کرا لیا کہ وصول کی ہوئی رقم کے چوتھے حصے سے وہ سیکرٹری کے حق میں دستبردار ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔۔۔ لیکن نواب شکور کے سامنے پہنچتے ہی عمران حقیقتاً ہکا بکا رہ گیا۔ کیونکہ یہ تو وہی آدمی تھا جسے ایک دن اس نے دیلری کے شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت فرق صرف اتنا ہی تھا کہ اس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک نہیں تھی۔

مگر عمران نے اپنی حیرت نہیں ظاہر ہونے دی۔ بلکہ اس کی بجائے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس کی کنگ جارج فقتھ اسٹائل کی نوکیلی داڑھی بہت پسند آئی ہو۔

"میرے خدا" وہ آہستہ سے بولا۔ "آپ تو بالکل کوئی جرمن فلاسفر معلوم ہوتے ہیں۔ نواب صاحب میری اس جسارت کو معاف فرمائیے گا۔"

"کوئی بات نہیں" نواب شکور ہنس پڑا۔ "پچھلے دنوں ایک شاعر نے کہا تھا کہ میں سقراط کا ہم شکل ہوں۔"

"ضرور کہا ہوگا۔ جناب۔"

"آ۔ ہاں۔۔۔ خیر فرمائیے۔ کیسے تشریف لائے۔"

"میں کتوں کے سلسلے میں اپنی معلومات بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔ "مگر مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ آپ اپنی کتاب کا دیباچہ لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"دیباچے تو میری بیوی بھی لکھ لیتی ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں تو دراصل یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ لیڈی ٹواگ کے

کہتے ہیں۔"

"لینڈی ڈاگ" نواب شکور نے جھنجھلائے لہجے میں کہا۔ "ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو خواہ مخواہ دوسروں کا وقت برباد کرتا پھرتا ہو۔"

عمران سمجھا شاید وہ اسے پہچان گیا ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو اس وقت میک اپ میں تھا جب شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں اس سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور نہ یہیں میک اپ میں آیا تھا۔ اگر اسے ذرہ برابر بھی شبہ ہو جاتا کہ نواب شکور کوئی جانا پہچانا آدمی ثابت ہوگا تو اس سے اس قسم کی غلطی سرزد نہ ہوتی۔ وہ یا تو اس سے اس طرح ملنے کی کوشش ہی نہ کرتا یا پھر میک اپ کا سہارا لیتا۔۔۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس نے اسے دیکھتے ہی اپنی اسکیم بدل کر لینڈی ڈاگ کا قصہ چھیڑ دیا تھا۔ ورنہ مسودہ تو وہ لایا ہی تھا۔۔۔ مگر کیا ۔ ۔ ۔ اس بدلی ہوئی اسکیم کے نتائج دور رس ہوتے۔

عمران خود بھی یہی سوچ رہا تھا کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شکار کے لئے دوسرے قسم کا تیر چھوڑا تھا۔ لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ اس طرح معاملات اور بھی الجھ جانے کے امکانات تھے۔ لہٰذا اس نے ہنس کر کہا۔ "میں مسودہ لایا ہوں جناب ۔ ۔ ۔"

"وہ لینڈی ڈاگ والی بات تو میں نے یوں ہی کہی تھی۔ میری آمد کا مقصد دراصل یہی ہے کہ آپ ازراہ نوازش میری کتاب کا دیباچہ لکھ دیں۔"

"میں آج کل عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ پھر کبھی تشریف لائیے گا۔" نواب شکور نے خشک لہجے میں کہا۔ "ویسے میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایک ادیب جو ساری دنیا کو ادب اور سلیقہ سکھانے کا دعویٰ رکھتا ہے اسے خود بھی تھوڑا بہت سلیقہ ہونا چاہیئے۔"

"اوہ۔۔" عمران بے ڈھنگے پن سے ہنسا۔ "میں دراصل ایک سوریلیسٹ قسم کا ادیب ہوں۔"

"یہ اور بھی بُرا ہے کہ آپ اپنے ادب پر کسی قسم کی چھاپ لگاتے ہیں۔ خیر لائیے۔ میں دیکھوں کہ ایک سوریلیسٹ ادیب نے کیا لکھا ہے۔"

عمران نے مسودہ کی کاپی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اوہ دیکھئے میں بھول گیا تھا۔ میں دراصل پرولتاری ادیب ہوں۔ یعنی کہ جی ہاں۔"

"آہا۔ تب تو آپ نے یقیناً اونچے طبقے پر کیچڑ اچھالا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ یقیناً۔"

"اور آپ اسی طبقے کے ایک آدمی سے اس کا دیباچہ لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"کبھی نہ لکھواتا۔ مگر کیا کروں مجبوری ہے کیونکہ مارکیٹ میں صرف آپ کے دیباچوں کی مانگ ہے۔"

"میرے دیباچوں کی مانگ ہے۔"

"جی ہاں۔ جس پبلشر کے پاس گیا تھا اس نے کہا کہ کتاب تو اچھی خاصی ہے لیکن نواب صاحب کے دیباچے کے بغیر نہیں چلے گی۔"

"اوہ ۔ ۔ ۔ اچھا۔" نواب شکور اس طرح ہنس پڑا جیسے مارکیٹ میں اس کے دیباچوں کی مانگ رہی ہو۔

"اور کیا جناب۔ اس شہر میں آپ کے علاوہ اور کون ہے جو دیباچے لکھ سکے۔"

نواب شکور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مسودہ دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔

"کیا آپ نے بچوں کے لئے یہ کہانیاں لکھی ہیں۔"

"نہیں جناب یہ وہ کتاب ہے جو دنیائے ادب میں تہلکہ مچا دے گی۔"

"چڑیا چڑے کی کہانیاں" نواب شکور نے حقارت سے کہا۔

"آہا۔۔ آپ نہیں سمجھے۔۔۔ یہ تمثیلی کہانیاں ہیں جناب۔ چڑیا سے مراد ہے اپنا ملک اور چڑے کو وزیر اعظم سمجھ لیجئے۔ جس طرح چڑا چڑیا کے لئے بیتاب ہے اسی طرح وزیر اعظم ملک کی حالت سدھارنے کے لئے بے چین ہے۔۔۔ اور انڈے بچے ہم لوگ ہیں۔۔۔ جی ہاں۔۔۔"

"کیا بکواس ہے"

"ارے واہ۔۔۔" عمران ہاتھ نچا کر بولا "بکواس اس لئے ہے کہ نثر میں ہے اگر میں نے اسی خیال کو نظم کر دیا ہوتا تو مشاعرے الٹ جاتے جناب۔۔۔"

"اچھی بات ہے اب اسے نظم کر کے مشاعرے الٹنے کے کام میں لائیے۔ ہو سکتا ہے اس وقت میں دیباچہ بھی لکھ دوں"

"آپ نے میرا دل توڑ دیا جناب" عمران گلوگیر آواز میں بولا "میں تو سمجھا تھا کہ جس وقت یہ کہانیاں آپ کے دیباچے کے ساتھ شائع ہوں گی۔۔۔ خیر اب میں خود ہی دیباچہ بھی لکھ لوں گا۔۔۔ اور نیچے آپ کا نام ڈال دوں گا"

"کیا"

"جی ہاں۔ پھر فرمائیے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے جب کہ پبلشر اسے آپ کے دیباچے کے بغیر چھاپنے سے انکار کر دے"

"آپ جانتے ہیں اس کی سزا کیا ہوگی اور آپ کتنا بڑا جرم کریں گے"

"اگر یہ کتاب نہ چھپی تب بھی جرائم ہی میری بسر اوقات کا ذریعہ ہونگے آپ تو نواب ہیں آپ کو کیا علم کہ ایک کنوارے ادیب کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے"

"آپ عجیب آدمی ہیں"

"جانور کہیئے۔۔۔ آدمی تو آپ کے کتے ہیں۔ جنہیں تجربات ہی کے لئے کتیاں نصیب ہو جاتی ہیں۔۔۔ جی ہاں مجھے کہنے دیجئے۔ میرے سینے میں اس وقت وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو ایک پرولتاری ادیب کے سینے میں ہونا چاہیئے"

"میں آپ کو آگاہ کر رہا ہوں کہ اگر آپ نے ناجائز طور پر میرا نام استعمال کیا تو میں آپ کے خلاف دعویٰ دائر کر دوں گا"

"آپ شوق سے دعویٰ دائر کر دیجئے۔ میرے پروگرام میں تو اب تبدیلی ہونے سے رہی"

نواب شکور جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

وہ عمران کو گھورتا ہوا اٹھ گیا۔

"ہیلو۔ یس شکور اسپیکنگ" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی بھنویں تن گئیں اور اس نے بہت بُرا سا منہ بنایا۔ غالباً دوسری طرف سے جو کچھ بھی کہا جا رہا تھا اسے پسند نہیں تھا۔

"تم نشے میں تو نہیں ہو تہمینہ" اس نے غرا کر کہا۔

اور پھر سننے لگا۔ کبھی اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آتے اور کبھی وہ انتہائی غصے کے عالم میں اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگتا۔

"کر چکیں بکواس" اس نے کچھ دیر بعد کہا "اچھا تو سنو! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پہلے اس کا علاج کراؤ۔ پھر مجھ سے بات کرنا۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔ اچھا۔۔۔ چلو یہی سہی۔۔۔ اگر تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہے تو۔ تم باقاعدہ طور پر پولیس کو اس سے مطلع کر دو اور آئندہ میرا وقت برباد کرنے سے گریز کرو"

وہ ریسیور کریڈل میں پٹخ کر عمران کی طرف مڑا۔

"آپ تشریف لے جا سکتے ہیں جناب"

"تو کیا میں بے میل دِرام واپس ۔ ۔ ۔"

"بے نیل ومرام ۔ ۔ ۔ اپنی یادداشت درست کیجئے۔ آپ ایک بہت بڑے ادیب ہیں۔ بس میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"ایک دن یہ محل خاک کا ڈھیر ہو جائیں گے" عمران دونوں ہاتھ ہلا کر ہذیانی انداز میں بولا۔ "ساری امارت خاک میں مل جائے گی۔ بہت بڑا انقلاب کوئی ہوا میں کروٹ بدل رہا ہے۔"

"آپ بھی اسی کے ساتھ کروٹ بدلیے۔ مگر یہاں سے باہر نکلنے کے بعد" نواب شکور نے یہ کہہ کر گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے۔ اگر کسی پرونتاری نے میرے ہاتھ بھی لگایا تو ۔ ۔ ۔"

"اسی لئے تو میں عرض کر رہا ہوں کہ شرافت سے تشریف لے جائیے۔"

"اچھا اب پھر کبھی آؤں گا" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

نواب شکور کوئی جواب دیئے بغیر سامنے والے دروازے میں مڑ گیا۔

"وقت ہو گیا صاحب" باہر سے ایک خونخوار قسم کے پٹھان نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

اس وقت اس کے ذہن میں صرف تین سوال تھے۔ نواب شکور نے شہر کے مختلف حصوں میں قیام گاہیں کیوں بنا رکھی تھیں۔ خیر یہ بھی کوئی خاص بات نہیں تھی ... لیکن وہ ان قیام گاہوں میں چوروں کی طرح کیوں رہتا تھا۔ اور تیسرا سوال تھا تہمینہ کا رویّہ۔ وہ نواب شکور کے سلسلے میں بہت مشکل سے راہ پر آئی تھی۔ اور یہی ظاہر کیا تھا کہ اس کا بیان بھی محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ لیکن شاید اس وقت اس نے براہِ راست نواب شکور پر بھی شبہے کا اظہار کر دیا تھا ورنہ وہ بھلا کر اسے پولیس کی مدد حاصل کرنے کا مشورہ کیوں دیتا۔

●

ٹھیک ساڑھے چار بجے شام کو عمران ایریل نائٹ کلب میں داخل ہوا ۔ ۔ ۔ روشی خلاف معمول ڈائیننگ ہال میں ملی۔ جو کافی کے برتن پر جھکی ہوئی شاید اپنا داہنا کان سینک رہی تھی۔ عمران سیدھا اسی کی طرف چلا گیا ۔ ۔ ۔ اس نے کنکھیوں سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔

عمران بیٹھ گیا اور پھر وہ ہولے ہولے کراہتی ہوئی بولی "میرے داہنے کان میں درد ہے۔"

"ہم ۔ ۔ ۔ بائیں کان سے کوئی بات سن کر داہنے کان سے اڑا دینے کی کوشش کی ہوگی۔"

"اُف ۔ فوہ — تم نے اس بار بڑا مکھی مار کام میرے سپرد کیا تھا ۔ ۔ ۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ کس وقت یہاں سے نکل بھاگوں ۔ ۔ ۔ پھر یہ تو بڑا مشکل کام تھا کہ رات رات بھر جاگتی رہتی۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"وہ پچھلی رات کسی وقت یہاں سے چلا گیا اور میں اس کی شکل بھی نہ دیکھ سکی۔"

"اوہ... بالکل چلا گیا۔"

"بالکل... اور... اب میں نے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ آئندہ ایسے لغو کام میرے سپرد نہ کرنا۔ میں روزانہ پندرہ میل پیدل چل سکتی ہوں لیکن کہیں بند ہو کر بیٹھنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"خیر۔ ختم کرو۔ اب تم یہاں سے جا سکتی ہو... ویلری کے شراب خانے کی کیا خبر ہے۔"

"اس کے اوپر والا فلیٹ دن بھر مقفل رہتا ہے اور رات کو آباد ہو جاتا ہے، مگر پچھلی رات وہ مقفل ہی رہا تھا — اب اس وقت تم یہ بتائے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے کہ وہ کون تھا — اور تم کس لئے اس کی نگرانی کرا رہے تھے۔"

"محض اس لئے کہ تم بعد میں مجھ کو بور کرو... مگر تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کی شکل ہی دیکھتیں۔"

"میں تمہیں اس کا حلیہ بتا سکتی ہوں۔ ایک ویٹر نے مجھے بتایا ہے کہ وہ بالکل کنگ جارج ففتھ معلوم ہوتا تھا۔"

"تب تو تم سے بڑی غلطی ہوئی ورنہ میں اس وقت تمہیں یور مجسٹی کہہ مخاطب کرتا۔" عمران نے مجہول سا منہ بنا کر کہا۔

"بتاؤ وہ کون تھا۔"

"کنگ جارج ففتھ... ایک رات میں نے اسے ایک کتے سے گفتگو کرتے دیکھا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم نہ بتاؤ۔ میرے پاس ایک بڑی اہم اطلاع ہے۔"

"اور وہ ہر حالت میں مجھ تک ضرور پہنچے گی۔ مگر میں تمہیں بتانا ہی چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک لڑکی کا معاملہ ہے اور تم ہی اس سلسلے میں کچھ کر سکو گی۔"

"جولیانا فٹزواٹر!"

"جب اس کی ضرورت محسوس کروں گا وہ بھی کسی نہ کسی کام پر مامور کر دی جائے گی۔"

خیر تم اصل موضوع کی طرف آؤ۔"

"ہاں تقریباً دس بارہ دن پہلے کی بات ہے۔ میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں ایک چینی لڑکی کے ساتھ پنگ پانگ کھیل رہا تھا۔ اچانک ایک سیاہ رنگ کا کتا وہاں گھس آیا۔ یہ واقعہ غیر معمولی تھا کیونکہ وہاں کتوں کا داخلہ ممنوع ہے بعض لوگ کلب کے ملازمین پر بگڑنے لگے۔ کتا وہاں سے بھگایا گیا اور شاید ڈائننگ ہال سے بھی اسے اسی طرح بھگایا گیا تھا۔ گو واقعہ غیر معمولی ضرور تھا لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی... پھر تھوڑی دیر بعد وہ کتا اسی میز پر نظر آیا جس پر ہم پنگ پانگ کھیل رہے تھے وہ روشندان سے اس پر کودا تھا۔"

"اوہو — یعنی چھت پر سے۔"

"ہاں — اور اب ہم لوگوں نے سوچا ممکن ہے اس کتے کا مالک اس کمرے میں موجود ہو۔ اکثر لوگ اپنے کتے بھی وہاں لاتے ہیں۔ لیکن وہ عموماً باہر ہی روک لئے جاتے ہیں اور ان کی نگرانی کے لئے وہاں الگ اسٹاف ہے... ہاں اس وقت کمرے میں تقریباً دس یا بارہ آدمی رہے ہوں گے، جو مختلف میزوں پر کھیل دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کتے کا مالک نہ ثابت ہو سکا۔

پھر دفعتاً کمرے میں بھگدڑ مچ گئی کیونکہ اس وقت تک شہر کے تین سیاسی لیڈروں کو پاگل کتے کاٹ چکے تھے۔

"اوہ" روشی بول پڑی۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی حال ہی میں ایک کا اور اضافہ ہوا ہے۔"

"ہاں۔ آں۔ ۔ ۔ اب چار ہو گئے ہیں اور چاروں ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۔ ۔ خیر ــــ تو ایک بار پھر وہ کتا وہاں سے بھگایا گیا اور اس بار میں اس کے پیچھے تھا ــــ کتا باہر لان پر نکل آیا تھا۔ اس کا رخ پھاٹک کی طرف ہو گیا۔ لیکن اچانک میں نے اس کی چیخ سنی اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ میں تیزی سے اس کی طرف جھپٹا۔ اس کی پسلیوں میں ایک بڑے سے چاقو کا دستہ نظر آیا جس کا پھل جسم میں پیوست ہو گیا۔ پھر مجھے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پرچھائیں سی نظر آئی جو کراٹا کی باڑھ کی اوٹ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گئی تھی۔ میں بھی کتے کو وہیں چھوڑ کر پھاٹک کی طرف لپکا پرچھائیں اب سڑک پر روشنی میں تھی اور میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ایک طویل قامت آدمی تھا جو اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ میں تھا لیکن میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ اس نے کوٹ کے کالر اٹھا رکھے تھے اور فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ پھر میں اس آدمی کا تعاقب کرتا ہوا اس نائٹ کلب تک آیا تھا۔ ۔ ۔ اس کے دوسرے ہی دن سے تم اب تک یہاں مقیم ہو۔ ۔ ۔ لیکن تم بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکیں۔"

پھر اسی جگہ سے عمران نے تہمینہ کا تذکرہ چھیڑ دیا اور جب نواب شکور تک پہنچا تو روشی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ درمیان میں اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ کس طرح وہ شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں اس پر اسرار آدمی کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"کہیں تمہیں دھوکا نہ ہوا ہو۔ ۔ ۔ پوور پال" روشی نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ نواب شکور ہی تھا جسے میں نے اس فلیٹ میں دیکھا۔"

"اوہ۔ اور وہ کتے بھی پالتا ہے۔"

"ہاں۔ آں۔ ۔ ۔ نہ صرف پالتا ہے بلکہ ان پر مختلف قسم کے تجربات بھی کرتا رہتا ہے۔"

"تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"نواب شکور کے خلاف کافی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ بہت ذہین ہے اور جب تک میں اس کے خلاف کافی ثبوت مہیا نہ کر لوں اس کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکوں گا۔ تم جانتی ہی ہو کہ وہ کس پوزیشن کا آدمی ہے۔"

"کیا میں اس سے ملوں۔"

"مشکل ہے وہ شاید ہی تم سے ملے۔ اوہ۔ تم اسے مجھ پر چھوڑ دو اس کی بجائے تم تہمینہ کی فکر کرو ــــ میرا خیال ہے کہ وہ اس سے زیادہ جانتی ہے جتنا مجھے بتا چکی ہے۔"

روشی کچھ کہتے کہتے رک گئی اور آہستہ سے بولی "کیپٹن فیاض۔ ۔ ۔ وہ اسی طرف آ رہا ہے۔"

عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں فیاض کرسی کھسکا کر اسی میز پر بیٹھ رہا تھا۔

"ہم دونوں کافی بے تکلف ہیں۔" فیاض نے عمران کی طرف دیکھ کر روشی سے کہا۔

"فلیٹ کل تک خالی ہو جائے گا۔ عمران اس کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑایا آواز دردناک تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ فلیٹ نہیں کسی محبوبہ سے دستبردار ہو جانے کا معاملہ رہا ہو۔

"ختم کرو" فیاض مسکرایا "فی الحال میں نے اپنے عزیز کے لئے دوسرا انتظام کر دیا ہے"

"خدا کرے تمہارا بھی کہیں دوسرا انتظام ہو جائے"

"میں تم سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں" فیاض نے کہا۔

"کرو" عمران بے بسی سے بولا۔

"مگر"

"اس کی پرواہ کرو کہ روشی بھی یہاں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ تم جو کچھ بھی مجھ سے کہو گے اس کا علم روشی کو ضرور ہو جائے گا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہاری ضروری باتیں روشی کی عدم موجودگی میں ہوں"

"میں جانتا ہوں" فیاض معنی خیز انداز میں ہنسا اور روشی بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ ویسے وہ اس وقت ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کی دوسری ٹرے کے لئے کہہ رہی تھی۔

عمران فیاض کو گھورتا رہا۔ فیاض پھر بولا "کیا تم نواب شکور کو جانتے ہو"

"آہم" عمران ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بولو"

"ہاں۔ میں نواب شکور کو اچھی طرح جانتا ہوں بچپن میں ہم دونوں عموماً ایک ہی لنگوٹی میں رہا کرتے تھے۔ یعنی کہ لنگوٹیا . . . یار . . . کیا کہتے ہیں اسے . . . غالباً لنگوٹیا یار"

"وہ کس قسم کا آدمی ہے"

"کنگ جارج ففتھ قسم کا"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کنگ جارج ففتھ سے بہت مشابہ ہے۔ میں اس کے عادات و خصائل کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ ویسے اگر تم اس سے ملنے کی کوئی صورت نکال سکو تو بہتر ہے"

"آخر کیوں"

"تم مجھے اُڑانے کی کوشش نہ کرو۔ کیا تمہیں تم سے نہیں ملی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی پاگل ہوتی جا رہی ہے"

"کیوں"

"تم بتاؤ کہ اس نے تم سے کیا کہا ہے"

"مجھ سے اس نے جو کچھ بھی کہا ہے تمہیں اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ تم اپنی بات کرو"

"آخر کیا کہا تھا"

"اگر تم اپنی ہی ذات تک محدود رکھنے کا وعدہ کرو تو بتا دوں"

"اس کی طرف سے مطمئن رہو"

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا "اس کا ایک چچا چھپا ہُوا ہُوا" میں رہتا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ اس کی شادی کہاں ہوئی تھی"

"تمہاری ایسی کی تیسی . . ." فیاض جھلا گیا اور روشی ہنس پڑی۔ اس پر فیاض کو اور زیادہ تاؤ آیا . . . اتنا زیادہ کہ پھر وہ اس میز سے اٹھ ہی گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا" روشی نے عمران سے کہا۔

"میں یہی چاہتا تھا۔ آج کل میرا موڈ بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ کسی عقلمند آدمی سے دیر تک گفتگو کروں۔"

فیاض دوسری میز پر جا بیٹھا تھا لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"تہمینہ کیا سچ مچ پاگل ہو گئی ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "پہلے اس نے فیاض سے نواب مشکور کا تذکرہ نہیں کیا تھا اور شاید پہلی ہی بار وہ نواب مشکور سے بھی الجھی تھی۔"

"پہلی بار کیوں؟ کیا تمہیں یقین ہے کہ دونوں میں پہلی ہی بار اس مسئلے پر کوئی گفتگو ہوئی ہے۔"

"ہاں ۔۔ گفتگو کا انداز یہی کہہ رہا تھا۔ نواب مشکور نے فون پر اسی لہجے میں گفتگو کی تھی۔ جیسے وہ بات پہلی بار اس کے سامنے آئی ہو۔"

"یہ لڑکی کیا چاہتی ہے۔"

"یہی تمہیں دیکھنا ہے ۔۔ وہ سلطان محل میں رہتی ہے۔۔۔ ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ مطلب یہ کہ تنہا ہونے کے ساتھ ہی ساتھ وہ کافی مالدار بھی ہے۔"

"میں دیکھوں گی۔"

•

عمران تقریباً نو بجے رات کو اپنے فلیٹ میں واپس آیا۔ سلیمان نے بتایا کہ کئی بار کوئی صاحب اس کے لئے کال کر چکے ہیں اور آخری کال میں انہوں نے اپنے نمبر نوٹ کراتے ہوئے کہا تھا کہ عمران جس وقت بھی آئے، ان نمبروں پر رنگ کرے سلیمان اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکا تھا۔

عمران نے نمبر دیکھے وہ اس کے کسی شناسا کے نہیں تھے۔ اس نے اپنی یادداشت کی کاپی نکالی۔ اس میں بھی وہ نمبر نہیں ملے۔ وہ دراصل پہلے ہی سے معلوم کئے بغیر ان نمبروں پر رنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تھک ہار کر آخر اس نے انکوائری کے نمبر ڈائیل کئے اور تقریباً پندرہ منٹ بعد اسے معلوم ہو سکا کہ وہ کس کے نمبر تھے۔ پھر اس نے دو منٹ متحیر رہ جانے میں گذار دیئے۔ کیونکہ وہ نمبر نواب مشکور کے تھے۔

"ہمپ" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ "تو نواب مشکور مجھ سے واقف ہے۔"

اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ شاید نواب مشکور اس کا منتظر ہی تھا۔ عمران نے اس کی آواز پہچان لی۔

"آپ نے مجھے رنگ کیا تھا۔" عمران نے آواز بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں ہوں۔۔ علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (آکسن)"

”ہاں میں نے تمہیں رنگ کیا تھا“

”میرے لائق کوئی خدمت“

”تم چڑیا چڑے کی کہانی لے کر کیوں آئے تھے“

”تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے۔ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا اور مجھے اس کا بھی علم تھا کہ کس قسم کے لوگ آپ سے بہ آسانی مل سکتے ہیں“ عمران سچ بولنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔

”کیوں ملنا چاہتے تھے“

”بس یوں ہی ــــ چھیڑ چھاڑ کرنا میری ہابی ہے“

”کیا تمہیں تہمینہ نے نہیں بھیجا تھا“

”میں کسی تہمینہ کو نہیں جانتا“

”مجھے علم ہے کہ تمہیں تہمینہ نے بھیجا تھا۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے وہ سمجھتی ہے کہ سیاسی لیڈروں کو جو پاگل کتے کاٹ رہے ہیں۔ مجھ سے ہی تعلق رکھتے ہیں“

”آہا۔ ٹھہریئے ــ نواب صاحب“ عمران نے گلا صاف کر کے کہا ”آپ محترمہ کشور سلطان کا تذکرہ تو نہیں کر رہے“

”ہاں۔ کشور سلطان“ نواب شکور غرایا۔

”میں نہیں جانتا کہ ان کا نام تہمینہ بھی ہے“

”اس نے تمہیں بھیجا تھا“

”جی ہاں۔ محترمہ کشور سلطان کا خیال ہے کہ آپ ایسے کتے پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، جو صرف سیاسی لیڈروں کو کاٹتے پھریں۔ مگر کیا محترمہ کشور سلطان ہی سے آپ کو اس کی اطلاع ملی ہے“

”نہیں ــ میرا گیم کیپر تمہیں پہچانتا ہے اور تمہارے پیشے سے بھی واقف ہے“

”اوہ میں سمجھا شاید محترمہ کشور سلطان نے آپ کو بتایا ہے“

”تم نے اسے مشورہ کیوں نہیں دیا کہ وہ براہ راست پولیس سے مدد طلب کرے“

”میں یہ کیسے مشورہ دے سکتا ہوں۔ نواب شکور جب کہ میرا ذریعہ معاش یہی ہے“

”لیکن تمہارا یہ ذریعہ معاش قطعی طور پر غیر قانونی ہے۔ ہمارے یہاں پرائیویٹ سراغ رسانوں کی گنجائش نہیں ہے“

”جی ہاں۔ میرا یہ پیشہ قطعی طور پر غیر قانونی ہے۔ ۔ ۔ لہٰذا میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں کہ آپ پولیس کو اس کی اطلاع دے دیجئے“

”مجھے اس کا بھی علم ہے کہ تم قانون کی زد پر مشکل ہی سے آتے ہو“

”ہے نا“ عمران خوش ہو کر بولا ”اب آپ فرمایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ میرے پیشے سے تو آپ واقف ہی ہیں“

”میری خدمت“ عمران نے ایک زہریلی سی ہنسی سنی ”میری خدمت یہ ہے مسٹر عمران کہ تم میرے خلاف ثبوت بہم پہنچانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دو اگر تم اسے ثابت کر سکے تو میں تمہیں دس ہزار روپے انعام دوں گا“

”گڈ“ عمران چہک کر بولا ”کام تو ایک ہی ہے لیکن اسی کے محترمہ کشور سلطان سے بھی مبلغ پانچ ہزار ملیں گے اور آپ دس ہزار فرما رہے ہیں۔ ۔ ۔ پندرہ ہزار“

عمران کچھ اور بھی بکتا مگر دوسری طرف سے منقطع کر دیا گیا تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

شہاب نکری ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کے بال سنہرے اور گھونگھریلے تھے۔ آنکھیں بڑی اور کافی دلکش تھیں۔ بحیثیت مجموعی وہ ایسا ہی حسین تھا کہ اونچے طبقے کی عورتیں اس کی دوستی پر فخر کرتی تھیں۔ پہلے وہ صرف ایک خوش گو اور خوش نوا شاعر تھا مگر پھر اس نے سیاست میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی اور آہستہ آہستہ اس لائن میں بھی مقبول ہو گیا تھا۔ اس کی دھواں دھار تقریریں آگ سی لگا دیتی تھیں اور جو کچھ بھی وہ چاہتا تھا سننے والوں سے منوا چھوڑتا۔ استقلال پارٹی کے پرانے لیڈروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا اور اس میں بھی کسی شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ شہاب کی شمولیت ہی نے اس پارٹی کو نئی زندگی بخشی تھی۔ ورنہ اب اس پارٹی کے دوبارہ ابھرنے کے امکانات نہیں رہ گئے تھے۔ پچھلی لغزشوں کی بنا پر نہ صرف اس کا دورِ اقتدار ختم ہو گیا تھا بلکہ دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر شہاب کی آمد اس کے لئے نیک فال ثابت ہوئی اور اب وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ آنے والے انتخابات میں استقلال پارٹی اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کرے گی۔

لیکن اچانک اس پر پاگل کتوں کی مصیبت نازل ہو گئی اور چار بہترین دماغ ہاتھ سے جاتے رہے۔ انہیں میں شہاب بھی تھا۔ یہ چاروں لیڈر اپنا

ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے۔ مگر کیا حقیقتاً استقلال پارٹی ان حادثات کی بنا پر ختم ہو جاتی اگر اس کے کارکنوں نے بروقت کسی سازش کے امکانات کا پروپیگنڈہ نہ شروع کر دیا ہوتا۔

یہی چیز عمران کے لئے الجھن کا باعث تھی۔ وہ سوچتا کہ اگر یہ کسی قسم کی سازش ہی تھی تو آخر اس کا مقصد کیا تھا۔ اگر سازش کرنے والے یہ چاہتے تھے کہ استقلال پارٹی کا زور ٹوٹ جائے تو انہیں اس میں سو فیصدی ناکامی ہوئی تھی۔ کیونکہ جب سے استقلال پارٹی نے کسی سازش کے امکانات کا پروپیگنڈہ شروع کیا تھا عوام کی ہمدردیاں پارٹی کے لئے اور زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ پھر وہ محض اتفاق ہی رہا ہو۔ لیکن پھر اسے وہ کتا یاد آتا جو ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں پنگ پانگ کی میز پر کودا تھا۔ اس نے اس کتے کی موت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور وہ پُراسرار آدمی جو اس کی موت کے بعد ہی کراٹن کی باڑھ کی اوٹ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ — آدمی ... بعد کو نواب شکور ثابت ہوا تھا اور تہمینہ نواب شکور کے لئے ہی چیختی پھر رہی تھی اور نواب شکور عمران کو برابر چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اس کے خلاف ثبوت فراہم کرے۔

دوسری طرف کیپٹن نیاض نے بھی ٹکریں مارنی شروع کر دی تھیں۔ وہ یہ سب کچھ محض تہمینہ کی خاطر کر رہا تھا۔ لیکن نواب شکور کی طرف رُخ کرنے کی ہمت نہیں پڑی تھی بلکہ اکثر وہ اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ نواب شکور جیسا شریف آدمی سازشی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ حقیقتاً سازش ہی ہے تو کسی دشمن ملک کے جاسوسوں کے ذریعہ عمل میں آئی ہوگی۔

تہمینہ اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھی۔ عمران نہ جانے کیوں اس کے سائے سے بھی بھڑکنے لگا تھا۔ اگر وہ کبھی اس سے ملنے آتی اور وہ فلیٹ میں موجود ہوتا تب بھی اسے ناکام ہی واپس جانا پڑتا کیونکہ سلیمان کو یہی ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اسے فلیٹ میں قدم بھی نہ رکھنے دے۔

دوسری طرف روشی اس سے قریب ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے کافی حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ عمران نے ابھی تک اس کیس میں اپنے صرف دو ماتحتوں سے کام لیا تھا۔ ان میں ایک بلیک زیرو تھا اور دوسرا صفدر۔ وہ صفدر ہی تھا جو ویلری کے شراب خانے سے عمران کے لئے معلومات فراہم کرتا تھا اور اب بھی شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ کی نگرانی اسی کے ذمے تھی۔ لیکن بلیک زیرو تو ایک ہفتے کے اندر ہی اندر استقلال پارٹی کا ایک سرگرم کارکن بن گیا تھا اور اس کی تمام تر ذمہ داری عمران پر تھی۔

ان دنوں ملک ایک عجیب و غریب دور سے گذر رہا تھا۔ عوام نے ان حادثات کی ذمہ داری برسر اقتدار پارٹی پر ڈال دی تھی اور برسر اقتدار پارٹی انگشت بدنداں تھی کہ اس غلط فہمی کو کس طرح رفع کیا جائے

محکمہ سراغرسانی سرکاری طور حرکت میں آچکا تھا۔ اخبارات چیخ رہے تھے لیکن عمران سوچ رہا تھا کہ کیا ان اخبارات کے ایڈیٹروں پر بھی پاگل کتوں کے حملے ہوتے ہیں۔

یہ سب "سازش۔ سازش" کی رٹ لگائے ہوئے تھے۔ عمران کی دانست میں اگر وہ سازش تھی تو سازش کرنے والے نرے گدھے ہی تھے۔ کیونکہ سازش کا مقصد ہوتا ہے۔ اصلیت پر پردہ ڈالنا۔ یعنی سازش اسی لئے کی جاتی ہے کہ اسے سازش ثابت نہ کیا جا سکے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اظہر من الشمس

ہو چکا تھا۔ اگر اس کا مقصد یہی تھا کہ استقلال پارٹی کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں تو ان لیڈروں کے علاوہ کچھ عام آدمیوں کو بھی پاگل کتوں کا شکار ہونا چاہیئے تھا۔ اس طرح کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملتا۔ اور کام تو خیر ہو ہی رہا تھا۔

تقریباً بیس دن سے کوئی نیا حادثہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب نواب مشکور کا نام باقاعدہ طور پر لیا جانے لگا تھا۔ اس کے ان تجربات کا تذکرہ ہوتا، جو وہ کتوں پر کیا کرتا تھا۔ اکثر اخبارات کے طنز و مزاح کے کالموں میں اس پر چوٹیں کی جاتیں لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کھل کر اس کے خلاف کچھ کہہ سکتا۔ دوسری طرف عمران بھی اس کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کے سلسلے میں بری طرح سر مار رہا تھا لیکن ابھی تک ایک فیصدی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے بھی کچھ دن لیڈری کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے اسی طرح کوئی راہ نکل آئے۔

بلیک زیرو کی وجہ سے اسے اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کیونکہ بلیک زیرو پہلے ہی سے استقلال پارٹی کے لئے کام کر رہا تھا۔ پہلی بار بلیک زیرو ہی نے پبلک کو عمران سے روشناس کرایا تھا اور پھر عمران اور پبلک دونوں کی بن آئی۔ استقلال پارٹی کے جلسے ملا دو پیازہ اور بیربل کے اکھاڑے بن کر رہ گئے وہ اپنے مخصوص احمقانہ انداز میں طنزیہ تقریریں کرتا اور سننے والے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ہی سارا شہر اس سے واقف ہو گیا۔ وہ چونکہ انتخابی مہمات کا زمانہ تھا اس لئے شہر کے کسی نہ کسی حصے میں روز ہی عمران کو تقریر کرنی پڑتی تھی۔ اکثر تو ایسا ہوتا کہ استقلال پارٹی ایک ہی وقت میں شہر کے کئی حصوں میں میٹنگز کرواتی تھی اور عمران ادھر سے اُدھر ہوتا پھرتا تھا۔ لوگ دراصل استقلال پارٹی کے جلسوں میں

شرکت ہی اس لئے کرتے تھے کہ عمران کی تقریر سنیں۔ انہیں اب فی الحال نہ پاگل کتے یاد رہ گئے تھے اور نہ وہ چار لیڈرز جو ان کے شکار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

عمران اس صدی کا سب سے بڑا احمق اس حد تک بھی عقلمند نہیں تھا کہ میک اپ کے بغیر ہی پبلک میں چلا آیا ہوتا۔ اس کی ٹھوڑی پر ایک خوشنما سی فرینچ کٹ ڈاڑھی تھی اور باریک ترشی ہوئی مونچھیں۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم کی عینک۔ وہ لیڈر سے زیادہ کوئی فرانسیسی اسکالر معلوم ہوتا تھا۔

گھر گھر اس کے چرچے تھے لوگ ہوٹلوں، ریستورانوں اور پارکوں میں اسے گفتگو کا موضوع بناتے اس کی احمقانہ تقریر یہ دن پر تبصرے ہوتے، اور نتیجہ یہی نکالتے کہ وہ بیوقوفوں کے سے انداز میں پتے کی باتیں کہہ جاتا ہے۔

آج کل عمران کا قیام دانش منزل میں تھا۔ اس کے سارے ماتحت جانتے تھے کہ وہ عمران ہی ہے اور ایکس ٹو کے حکم سے دانش منزل میں مقیم ہے اور اس کیس کے لئے بھی ان کی باگ ڈور عمران ہی کے ساتھ میں رہے گی۔ لہٰذا وہ انہیں جب کام پر لگاتا بے چوں وچرا لگ جاتے۔ تنویر بھی ان دنوں سیدھا ہی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایکس ٹو سے کسی طرح مفر ممکن نہیں۔ اگر وہ ملازمت ترک بھی کر دیتا تو ایکس ٹو کے عتاب سے بچنا محال ہی ہوتا اس لئے عمران تو کیا وہ عمران کے کتے کے پیچھے بھی دم ہلانے پر مجبور تھا۔

آج عمران جیسے ہی ایک جلسہ گاہ سے باہر نکلا جولیانا فنٹز واٹر سے مڈبھیڑ ہو گئی اور کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد وہ ایک گلی میں مڑ گئے۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر اس معاملے میں ایکس ٹو کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔“ جولیا نے پوچھا۔

”میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ یہ ایکس ٹو کوئی بھٹیارن ہے جسے دوسروں کی ہانڈی چکھنے کی چاٹ پڑ گئی ہے“

”بھٹیارن کیا؟“

”ملکہ عالم کو کہتے ہیں۔“

”بکواس مت کرو۔ کیا اب ہمیں اتنا بھی حق حاصل نہیں ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا جائے اس کے متعلق کچھ معلوم کر سکیں۔“

”ارے تو جاؤ۔۔۔ چاٹو اسی چچ ہے کا دماغ۔۔۔ تم میرے کان کیوں کھا رہی ہو۔۔۔ یہاں تو صرف پچیس فیصد کمیشن سے کام ہے تم مجھے معقول معاوضہ دو تو ایکس ٹو کی ناک کاٹ کر تمہاری ہتھیلی پر بھی رکھ سکتا ہوں۔ اگر وہ معقول معاوضہ دے تو تمہاری ناک۔۔۔“

”شٹ اپ“

”اور کیا تمہاری ناک پر گلاب کی کیاریاں بنا دوں۔“

”مجھ سے مت بولو“

”اچھا — اے پیاری سڑک۔۔۔ اب میں تجھے حال دل سناؤں گا۔“ عمران دردناک آواز میں گنگنایا۔۔۔ اور اپنی ننھی سی داڑھی پر انگلی پھیرنے لگا۔

پھر دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ جولیا کے چہرے سے آہستہ آہستہ جھلاہٹ کے آثار غائب ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے کہا ”تمہارے ساتھ تو چلتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔

"کسی دن شرم تمہیں چلنے پھرنے سے بھی معذور کر دے گی۔" عمران نے جواب دیا۔

"آخر یہ رومال اس طرح تمہاری جیب سے کیوں لٹک رہا ہے۔۔۔ ایسا بھی کیا بے ڈھنگا پن!"

"کہاں" عمران چونک پڑا۔ اور اب اس کی نظر اس رومال پر پڑی جو اس کی بائیں جانب والی جیب سے لٹک رہا تھا۔

"آہا۔۔۔ مگر۔۔۔ یہ۔۔۔ میرا تو نہیں ہو سکتا۔" اس نے رومال جیب سے نکالتے ہوئے کہا خوشبو کی لپٹ جولیا نے بھی محسوس کی۔ وہ ایک معطر اور خوش رنگ رومال تھا۔

"لیڈر ہونا بھی بڑی شاندار چیز ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ابھی تک میں اندھیرے میں تھا۔ لیڈری کرنا دنیا کا آسان ترین پیشہ ہے عزت، دولت، شہرت سبھی کچھ آن کی آن میں نصیب ہو جاتے ہیں۔"

"تم اس رومال کی بات کر رہے تھے۔"

"ہاں یہ میرا نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ میں کس طرح اپنے مداحوں میں گھرا ہوا تھا۔ اسی وقت کسی نے یہ تحفہ میری جیب کی نذر کر دیا ہوگا۔۔۔ ہام۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ اس مجمع میں دو تین لڑکیاں بھی تھیں۔۔۔ ان میں سے کسی کو میری ڈاڑھی پسند آگئی ہوگی۔

"پھر جھک مارنے لگے۔"

"کیا تمہیں میری ڈاڑھی پسند نہیں آئی۔"

"مجھے پہاڑی بکروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"سوئٹزر لینڈ کی بکریاں ہمیشہ گارنٹی کے ساتھ صحیح وقت بتاتی ہیں مگر تم کیسی مونس ہو۔ مس ڈرننگ واٹر۔"

"میں پہاڑی بکروں کی بات کر رہی تھی۔"

"اتنی جغرافیہ مجھے بھی یاد ہے کہ سوئٹزرلینڈ ایک پہاڑی ملک ہے۔ اب بھی اگر تمہیں پہاڑی بکرے پسند نہ آئیں تو تمہارے لئے آسمان سے بکرے اترنے کی دعا کر دوں گا۔"

ابھی وہ گلی کے اختتام پر بھی نہ پہنچے تھے کہ اچانک ایک بڑے سے کتے نے عمران پر چھلانگ لگائی۔

"ارے باپ رے" عمران اچھل کر پیچھے ہٹا۔ اس کا گھونسہ کتے کی تھوتھنی پر پڑا۔ جولیا تو پہلے ہی چیخ مار کر ایک طرف ڈھیر ہو گئی تھی۔

لیکن عمران کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ کتا دوسرا حملہ کرنے کی بجائے اس کے ہاتھ سے گرا ہوا رومال منہ میں دبا کر سڑک کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

"ابے او لینڈی ڈاگ کے بچے۔۔۔ میرا رومال" عمران اس کے پیچھے بھاگا۔

"ارے تم پاگل ہو گئے ہو۔ ٹھہرو۔۔۔" جولیا چیخی۔ مگر عمران۔۔۔ کہاں سنتا تھا۔۔۔

جولیا نے اسے سڑک پار کر کے سامنے والی گلی میں گھستے دیکھا۔۔ کتا بھی ادھر گیا تھا۔

جولیا چند لمحے بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر چونک کر اپنے کپڑے جھاڑنے اور سر کا وہ حصہ ٹٹولنے لگی جہاں گرنے سے چوٹ آئی تھی۔ پھر اس پر بدحواسی کا دورہ پڑا کیونکہ کئی آدمیوں نے اسے گرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بے تحاشا اسی گلی میں مڑ گئی جس سے نکل کر کتے نے عمران پر حملہ کیا تھا۔

●

آٹھ بجے رات تک جولیا نے تقریباً پندرہ بار دانش منزل کے نمبر رنگ کئے لیکن ہر بار مایوسی ہی ہوئی۔ پھر تھک ہار کر اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر آزمائے دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیا کہ صاحب تقریباً ایک ہفتے سے گھر نہیں آتے۔

جولیا سخت الجھن میں تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا وہ کتا یونہی اتفاقاً عمران پر جھپٹا تھا یا پھر اس لئے کہ وہ بھی ان دنوں استقلال پارٹی کے ایک لیڈر کی حیثیت سے کافی مقبول ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے اس پر دوسری بار حملہ کیوں نہیں کیا تھا۔

وہ سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک طویل سانس اس کے پھیپھڑوں سے آزاد ہوئی۔ کیونکہ دوسری طرف سے بولنے والا عمران ہی تھا۔

"جولیانا... کیا تم ہو... آہا... سنو... میں بھی پاگل ہو گیا ہوں اور اب تمہیں کتوں کی زبان میں ایک دھواں دھار تقریر سناؤں گا"

عمران نے کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دیا اور جولیا دھاڑنے لگی۔۔۔

"خاموش رہو۔ خاموش... میں کہتی ہوں میری سنو۔ ورنہ اب میں

بھی پاگل ہو جاؤں گی"

"ویری فائن" دوسری طرف سے آواز آئی "تم بھی شروع ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم ڈوئیٹ گا سکیں تو فلموں کے پلے بیک سنگر کی حیثیت سے..."

"ختم کرو عمران... پھر کبھی سن لوں گی۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس کتے کے پیچھے کیوں دوڑے تھے"

"کاٹنے دوڑا تھا۔ وہ بھی کیا یاد کرتا کہ کبھی کسی سیاسی لیڈر سے سابقہ پڑا تھا مگر افسوس مجھے اس کی خاطر خواہ خدمت کا موقع نہ مل سکا"

"کیوں کیا ہوا"

"عبداللہ اسکوائر کے قریب کسی نے اس کا خاتمہ کر دیا"

"کیسے"

"خنجر سے۔ اور وہ خنجر کسی نامعلوم آدمی نے پھینکا تھا"

"تم نے کسی کو خنجر پھینکتے نہیں دیکھا تھا"

"میں نے تو دیکھ لیا تھا۔ مگر شاید اور کسی کی نظر نہ پڑی ہو"

"پھر کیا کیا تم نے"

"صبر کیا میں نے اور ہزاروں صلواتیں سنائیں اس گدھے کو جس نے مجھے اپنے لیڈرانہ کمالات دکھانے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"کیا تم نے اس کا تعاقب نہیں کیا"

"موقع نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہیں کتے کی لاش بھی نہ غائب ہو جائے لیکن میں اس آدمی کو ہزاروں میں پہچان سکتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ میک اپ میں بھی نہیں تھا"

"لیکن وہ کتا۔ کیا تمہاری دانست میں وہ بھی انہیں کتوں میں سے تھا۔"

"نہیں تو۔۔ وہ بیچارہ تو لارڈ کچنر کا بھتیجا تھا۔" بڑی معصومیت سے کہا گیا۔

"عمران آدمیوں کی طرح بات کرو۔ ورنہ۔ ۔ ۔"

"ورنہ تم بھی صبر کر لوگی ۔۔خیر سنو۔۔۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اسی قسم کا کتا تھا جس قسم کے کتے چار لیڈروں کا بیڑہ پار کر چکے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اتنے پُر اسرار طور پر مار کیوں ڈالا جاتا۔ غالباً اس کتے کی طرف سے کسی کو یہی خدشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ سازش کے مرکز تک میری رہنمائی نہ کر بیٹھے اور وہ رومال میں ڈرٹنگ واٹی۔ ۔"

"ہیلو۔ خاموش کیوں ہو گئے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ میں خاموش کیوں ہو گیا۔ آہا۔ ۔ ۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ رومال تمہیں کیوں نہ پریزنٹ کر دوں۔"

"اچھا ٹھہرو۔ میں دانش منزل میں آ رہی ہوں۔ ۔ ۔ پھر تم سے سمجھوں گی۔"

"مگر میں دانش منزل سے کب بول رہا ہوں۔ میں اس وقت وہاں نہیں ہوں" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

●

روشی ایریل نائٹ کلب میں عمران کا انتظار کر رہی تھی۔ ۔ ۔ دس بجے عمران وہاں پہنچا۔ ۔ ۔ اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا۔

"کیا خبر ہے" عمران نے پوچھا۔

"پہلے تم اپنی سناؤ۔ کیا یہ درست ہے کہ آج شام کو استقلال پارٹی کے کریک لیڈر شمشیر آزاد پر بھی ایک پاگل کتے نے حملہ کیا تھا۔"

"بالکل درست ہے لیکن شمشیر آزاد اسے کاٹ نہ سکا۔"

"کیا مطلب۔"

"کاٹنے کا مطلب کاٹنا ہی ہوتا ہے روشی ڈیئر۔ ۔ ۔ اور اگر زیادہ گہرائی میں جاؤ تو بلبلانا بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس بھی ایک بہت ہی اہم خبر ہے۔"

"خبروں کا تبادلہ!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سوالیہ انداز میں بولا۔

"یقیناً۔"

"آہ۔۔ اچھا۔" عمران ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بس شروع کر دو۔ میں صرف پندرہ منٹ دے سکتی ہوں" روشی کلائی

کی گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

"پندرہ منٹ بہت ہوتے ہیں روشی۔ جہاں تک کاٹنے اور بلبلانے کا تعلق ہے یہ ایک سیکنڈ میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"اچھا تو پھر تمہیں بلبلانا ہی پڑے گا۔" روشی دانت پیس کر بولی۔

عمران کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکراتا رہا پھر کتے کا تذکرہ چھیڑ دیا۔۔۔ روشی خاموشی سے سنتی رہی۔

"تو کیا ـــــ وہ رومال۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"یقیناً۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "میں پہلے ہی سے ایسی کسی چیز کے امکانات پر غور کر رہا تھا ورنہ کتے بھی سلام کر کے مزاج شریف پوچھ سکتے ہیں۔ صرف لیڈروں کو پہچان پہچان کر کاٹنا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی کتے کا پلا تمہیں ممی ڈارلنگ کہہ کر لپٹ جاتے۔"

"شٹ اپ"

"ہام ـ خیر ـــــ ہاں تو۔۔۔ وہ کتا دراصل رومال ہی پر آیا تھا۔ اگر رومال میرے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ اور اس کے جھپٹتے ہی گر نہ گیا ہوتا تو کاٹنے کا مطلب بلبلانا ہی ہوتا روشی ڈیئر اور پھر شاید بھونکنا بھی۔۔۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ کتا اس رومال کو پہچانتا تھا۔"

"نہ صرف پہچانتا تھا بلکہ شاید اسی کے لئے پاگل بھی ہو سکتا تھا۔ فرض کرو اگر میری جیب میں ہوتا تو وہ اسے ہر حالت میں نکال لے گیا ہوتا۔ کاٹتا بھنبھوڑتا کپڑے پھاڑتا۔ اور پھر اس بیچارے عمران میں کسی کُتے کے پلے کا باپ بننے کی صلاحیت بھی نہ رہ جاتی۔"

"مگر رومال۔۔۔" روشی کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"یہ ناممکن نہیں ہے کتے کسی خاص قسم کی بو پر لگائے جا سکتے ہیں۔ شکاری کتوں کے سلسلے میں یہ ایک بہت ہی عام بات ہے میرا خیال ہے کہ مجھ پر جھپٹنے والا کتا بلڈ ہاؤنڈ قسم کا تھا۔"

"کیا وہ رومال تمہارے پاس ہے۔"

"او ـــ روشی۔۔۔ میری اور آئندہ نسلوں کی دشمن! کیا تم مجھے کتوں سے نچوانا چاہتی ہو۔۔۔ ارے اس رومال کو ساتھ رکھنا۔۔۔ کسی اینگلو برمیز لڑکی کو ساتھ رکھنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تم سے اندازے کی غلطی نہ ہوئی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کتوں کا عمران رہا ہو۔"

"یہ بات کہی ہے تم نے پتے کی۔۔۔ جیتو۔۔۔ یعنی۔۔۔ پہلے اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ پھر جب میرا گھونسہ اس کی ناک پر پڑا تو اپنی حماقت کا احساس ہوتے ہی جھینپ مٹانے کے لئے رومال مارے گیا۔ مگر پھر ایک آدمی نے اسے موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا۔ جب کہ اس بیچارے نے مزید پاگل پن کا مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا۔"

روشی کچھ نہ بولی۔۔۔ اور عمران نے پھر کہا۔ "اس لئے تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ کتوں کا عمران نہیں بلکہ کیپٹن فیاض تھا۔۔۔ کیا سمجھیں۔۔۔"

روشی کچھ نہ بولی کچھ دیر تک خاموش رہی پھر عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہاری خبر کا منتظر ہوں۔"

"تم جانتے ہی ہو کہ میں آج کل جاسوسی ناول پڑھا کرتی ہوں۔ دن بھر اپنے فلیٹ میں پڑی رہتی ہوں اور رات کو یہاں چلی آتی ہوں۔"

"مگر ابھی تم نے۔"

"کچھ نہیں۔" روشی ہاتھ اٹھا کر بولی: "میں نے سنا تھا کہ تم پر بھی کسی پاگل کتے نے حملہ کیا تھا۔ اس لئے مجھے تشویش تھی۔ مگر خیر تم بچ گئے۔ اس کا افسوس ہے۔"

"کہاں بچ گیا... معاملات کی نوعیت تو اس وقت تمہاری سمجھ میں آئے گی۔ جب میں تین منٹ بعد یہ چائے دانی تمہارے سر پر توڑ دوں گا۔"

"اور پھر تم پکڑ کر بند کر دیئے جاؤ گے۔ کیونکہ اس وقت تم مشہور لیڈر شمشیر آزاد کے میک اپ میں نہیں ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تم تہمینہ کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کرو۔"

"اوہ، یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ میں ان دنوں تہمینہ کو بھی بہت قریب دیکھتی رہی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ تم پر لعنت بھی بھیجتی رہی ہوں کہ تمہاری عقل کہاں چرنے گئی ہے۔"

"کیوں؟"

"تہمینہ فراڈ ہے۔ کھلی ہوئی فراڈ۔"

"کیوں"

"وہ نواب شکور سے مل گئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یقین نہ آئے تو کیپٹن فیاض سے پوچھ لو۔ کل شام کو اس نے بھی اسے وہاں دیکھا تھا۔"

"کسے کہاں دیکھا تھا۔"

"نواب شکور کو سلطان محل میں دیکھا تھا۔"

"مگر فیاض تو اسے پہچانتا ہی نہیں ہے۔"

"میں تو پہچانتی ہوں۔ میں تو اس آدمی کو جانتی ہوں جس کے لئے مجھے کئی دنوں تک اسی کلب کے ایک کمرے میں قیام کرنا پڑا تھا۔"

"بات جلدی ختم کرو۔" عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکوں گا۔"

"تہمینہ اور میں گہری دوست بن گئی ہیں۔ میں اکثر سلطان محل جاتی ہوں۔ اکثر سے مراد دن میں کئی بار بھی — وہ مجھے فون کر کے بلا لیتی ہے اور ہم گھنٹوں گفتگو کیا کرتے ہیں۔ کل اتفاق سے میں اور کیپٹن فیاض ساتھ ہی وہاں پہنچے۔ فیاض نے اپنا کارڈ اندر بھجوایا۔ اور باہر لان ہی پر رک کر مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ مگر اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے اندر سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھا۔ وہ السٹر پہنے ہوئے تھا۔ جس کے کالر کانوں سے اوپر اٹھے ہوئے تھے اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر تھا۔ چلنے کا انداز بالکل اسی آدمی کا سا تھا۔ جس کا چہرہ میں یہاں اس کلب میں بھی نہیں دیکھ سکی تھی۔ فیاض بھی اسے شبے کی نظر سے دیکھ رہا تھا اچانک اس آدمی نے برآمدے کے زینوں سے اترتے وقت ٹھوکر کھائی اور گرتے گرتے بچا لیکن اس کی فلٹ ہیٹ سر سے گر گئی تھی۔ اس طرح مجھے کنگ جارج ففتھ اسٹائل کی ڈاڑھی نظر آگئی اس نے جلد ہی نہ صرف فلٹ اٹھا کر سر پہ جمائی بلکہ کالر بھی دوبارہ اٹھا دیا۔ فیاض اسے صرف شبے کی نظر سے دیکھتا رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر ایسے آثار نہیں دیکھے جن سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ اس آدمی کو پہلے سے جانتا تھا۔"

"کیا فیاض نے اس کے متعلق کچھ پوچھا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن میرا رویہ دیکھ کر

اسے خاموشی ہی اختیار کرنی پڑی تھی۔ بس نے دراصل اس کی طرف سے بے تعلقی ظاہر کرنی شروع کر دی تھی۔ ہم اندر پہنچے . . . وہ خلافِ معمول بہت اچھے موڈ میں نظر آئی، اس وقت وہ شراب پی رہی تھی اور نہ مغموم تھی۔ فیاض جو دراصل اسی چکر میں گیا تھا جلد ہی اصل معاملے کی طرف آ گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ تہمینہ بات اڑانے کی کوشش کر رہی ہے مگر فیاض نے بحث جاری ہی رکھی۔ آخر تہمینہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی کہ ہو سکتا ہے وہ غلطی پر رہی ہو۔ لیکن محض شبہے کی بنا پر کسی کے پیچھے پڑ جانا بری بات ہے، ضروری نہیں ہے کہ شبہات حقائق میں ہی تبدیل ہو جائیں۔ لہٰذا اب وہ اپنی زبان بند ہی رکھے گی۔ اس کے ان خیالات پر کیپٹن فیاض نے بیحد خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ خود وہ بھی نواب شکور کو اتنا برا آدمی نہیں سمجھتا اور پھر برسبیل تذکرہ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اب تک نواب شکور سے کبھی نہیں ملا۔ صرف اس کے تذکرے سنتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کے متعلق کوئی بری رائے نہیں رکھتا۔"

"کیا تم نے فیاض کو بتا دیا تھا کہ وہ نواب شکور ہی تھا" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے بتایا ہوگا یا نہ بتایا ہوگا۔"

"تم اتنی عقلمند بھی نہیں ہو کہ بتا دینے کی غلطی تم سے سرزد ہوتی ہو۔"

روشی مسکرائی اور عمران کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "اب تہمینہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"جہنم میں جاؤ۔" روشی بڑبڑائی۔ پھر جھلا کر کہا۔ "میں اب اس سے نہیں ملوں گی۔ تم خواہ مخواہ میرا وقت بھی برباد کر رہے ہو۔"

"اچھی بات ہے آج سے تم اپنا وقت برباد کرنا چھوڑ دو۔"

"نہیں اب میں تہمینہ کو چھوڑ کر نواب شکور کی طرف توجہ دوں گی۔ اس نے تمہیں چیلنج کیا ہے کہ تم اس کے خلاف ثبوت فراہم کرو۔"

"لیکن تم اس کی طرف توجہ دے کر اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں فراہم کر سکو گی۔"

"کیوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لئے بھی تہمینہ ہی مناسب رہے گی۔ اگر تہمینہ کے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہوتا تو وہ تہمینہ کو ملانے کی کوشش کیوں کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہی تہمینہ پرسوں تک اس کے خلاف زہر اگلتی پھر رہی تھی۔ لیکن کل تم نے اسے تہمینہ کی کوٹھی میں دیکھا اور اس کے بعد تہمینہ کا رویہ بدل گیا۔ یعنی اب وہ سوچنے لگی ہے کہ ممکن ہے وہ غلطی پر رہی ہو۔"

"قرین قیاس ہے" روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی اور پھر یک بیک اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے کہا "اوہ ٹھیک یاد آیا۔ کل اس نے کیپٹن فیاض کو یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور نواب شکور آکسفورڈ میں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ کیا پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ نواب شکور اسے چاہتا بھی ہو۔"

"ممکن ہے۔"

"اگر اس نے شہاب کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے یہ حرکت کی ہو تو اس پر حیرت بھی نہیں کی جا سکتی۔"

"زیادہ نہ سوچو اگر اسے شہاب ہی کو راستے سے ہٹانا تھا تو اتنا ہنگامہ

بر پا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس ایک پاگل کتا چپ چاپ اسے کاٹ لیتا اور معاملہ جہاں کا تہاں رہ جاتا کیوں کہ کتے پاگل بھی ہو جاتے ہیں اور کاٹ بھی لیتے ہیں۔ کوئی نواب مشکور کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکتا۔ لیکن یہ پاگل کتے جو صرف ایک مخصوص سیاسی پارٹی کے لیڈروں کو کاٹتے ہیں... ہونہہ!"

"کوئی اور ہی چکر ہے"

"کیا؟"

"ہو گا کچھ۔ ختم کرو۔ ہاں آج تم بالکل واہیات لگ رہی ہو"

"بس اب اٹھ جاؤ" روشی برا سا منہ بنا کر بولی۔

"میں بھی چاہتا ہوں کہ تم خود ہی مجھے اٹھ جانے کا مشورہ دیا کرو" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

......

•

اسی رات کو عمران نے بلیک زیرو کو فون کیا۔

"یس سر" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کوئی رپورٹ۔"

"بہت اہم جناب! پانچ بجے شام سے اس وقت تک شہر کے مختلف حصوں میں کئی آدمی پاگل کتوں کے شکار ہو چکے ہیں"

"آدمی۔ یا لیڈر"

"نہیں جناب۔ آدمی" بلیک زیرو نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"یعنی ان لوگوں کا استقلال پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے"

"جی نہیں۔ میں تصدیق کر چکا ہوں"

"اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات"

"صرف ایک آدمی ایک خاص بات بتا سکا ہے"

"کیا"

"لیکن جناب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خاص ہی بات ہو گی"

"اوہ۔ بکو بھی جلدی"

"اس نے بتایا کہ وہ ایک زرد رنگ کا رومال زمین سے اٹھا رہا تھا کہ

ایک کتے نے اس کے ہاتھ پر جھپٹا مارا . . . ہاتھ زخمی ہوگیا اور کتا رومال منہ میں دبا کر بھاگ گیا۔"

"اور دو مردوں نے کیا بتایا؟"

"دو مردوں تک میں دیر سے پہنچا ان پر کتوں کا زہر اثر کر چکا تھا لہٰذا ان سے کوئی بات معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔"

"وہ پاگل ہوچکے تھے۔"

"جی ہاں" بلیک زیرو نے کہا۔ "رومال کی کہانی کافی شہرت پا رہی ہے آپ پر بھی تو کوئی کتا جھپٹا تھا۔ آج شام کو اس کے سلسلے میں بھی رومال کی کہانی سنی گئی ہے۔ آپ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پائے گئے تھے۔ لیکن کسی نے کتے کو ہلاک کر دیا اور کتے کے منہ میں ایک رومال دبا ہوا تھا۔

"آہا۔ تو کل کے اخبارات . . . کافی دلچسپ ہوں گے۔"

"لوگ علانیہ نواب شکور کو گالیاں دیتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ — تب تو . . . دیکھو بلیک زیرو . . . اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں بالکل محتاط ہوں جناب"

"اور اب کل سے تمہیں شمشیر آزاد نہیں نظر آئے گا۔"

"کیوں؟"

"اب ضرورت ہی کیا ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ پاگل کتے صرف سیاسی لیڈروں پر ہی کیوں جھپٹتے ہیں۔"

"رومال"

"ہاں . . . رومال اگر تمہیں سڑک پر کوئی خوشرنگ اور صاف ستھرا

رومال پڑا ہوا دکھائی دے تو تم اسے ضرور اٹھاؤ گے۔ میری جیب سے جو رومال برآمد ہوا تھا بہت خوشرنگ اور خوبصورت تھا۔ معطر۔ ریشمی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے استعمال ہی نہ کیا گیا ہو۔ وہ کتے زہریلے ہیں۔ اور کسی خاص قسم کی خوشبو اُن کو وقتی طور پر پاگل کر دیتی ہے۔ وہ اس مخصوص خوشبو والے رومال کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں پر حملہ بھی کر دیتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ حقیقتاً پاگل ہوتے تو جو بھی سامنے پڑ جاتا ان کے پاگل پن سے محفوظ نہ رہتا لیکن میں نے دیکھا تھا کہ ایک کتا مجھ پر پاگلوں کی طرح حملے کرنے کے بعد رومال منہ میں دبا کر معمولی کتوں کی طرح بھاگ چلا گیا تھا۔"

"جی ہاں۔ قطعی . . . اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"اچھا۔ بس" عمران نے کہا۔ "ہو سکتا ہے میں پھر تمہیں رنگ کروں لہٰذا جہاں ہو وہیں رہنا۔"

عمران — سلسلہ منقطع کر کے نشست کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اپنے فلیٹ میں واپس آگیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد کیپٹن فیاض دھڑ دھڑاتا ہوا کمرے میں گھس آیا اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"میں اس لئے آیا ہوں کہ تم بھی اس معاملے میں دلچسپی لے رہے ہو۔ ہو سکتا ہے سر سلطان نے تمہیں اس پر مجبور کیا ہو۔"

"قطعی ہو سکتا ہے۔ سوپر فیاض۔ پھر"

"میں نے آج ہی شام کو نواب شکور سے ملنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اپنی کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔"

"پہلے بھی کبھی مل چکے ہو؟"

"نہیں"

"پھر کیسے کام چلے گا۔ سوپر فیاض۔ تم اتنے دنوں سے تہمینہ کے لئے جھک مار رہے ہو لیکن نواب شکور سے نہ مل سکے"

"مجھے یقین تھا کہ تہمینہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ نواب شکور تو بہت شریف آدمی ہے"

"اب کیا خیال ہے"

"کیا بتاؤں سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ اس کے متعلق کیا نظریہ قائم کروں اور اب تو ان کتوں نے عام آدمیوں پر بھی حملے شروع کر دیئے تھے"

"بس تو پھر مزہ کرو صاف ظاہر ہے کہ پہلے جو چار لیڈر رہی ان کی زد میں آتے تھے۔ وہ محض اتفاق تھا۔ ورنہ عام آدمیوں پر دانت صاف کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے"

"مگر رومالوں کی کہانی"

"ہاں۔ آں۔ میں نے بھی سنا ہے" عمران نے لاپروائی سے کہا "لیکن یہ افواہ بھی ہو سکتی ہے"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو ـــ لیکن کیا تمہیں شہر کی حالت کا علم ہے۔۔۔"

"نہیں ـــ میں صبح ہی سے مقید ہوں۔ آج کل باہر نکلنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی"

"اچھا ٹھہرو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں" فیاض نے آگے بڑھ کر ریڈیو کھول دیا۔

کوئی ریکارڈ بج رہا تھا ـــ جیسے ہی وہ ختم ہوا۔۔۔ آواز آئی۔

"اب آپ ایک اہم سرکاری اعلان سنیئے"

پھر کچھ دیر بعد آواز آئی "ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حکومت استقلال پارٹی کے پاگل کتوں والے اسٹنٹ کو تشویش کی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ یہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے ایک اوچھی حرکت ہے۔ استقلال پارٹی کو ایک غیر قانونی جماعت بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن حکومت اس قسم کا کوئی غیر جمہوری قدم اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ نظم و ضبط برقرار رکھیں۔ حکومت ان واقعات کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر چکی ہے جس میں عوام کے نمائندے بھی شامل ہیں۔ آپ افواہوں پر کان نہ دیجئے۔ کسی پرامن شہری کو اس سلسلے میں مطعون نہ کیجئے۔ ایک بار پھر آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی فرد کسی کے خلاف واضح ثبوت بہم پہنچائے بغیر اسے کسی قسم کا الزام دے گا تو اس کے خلاف سخت ترین قانونی کارروائی کی جائے گی"

"کیپٹن فیاض نے ریڈیو بند کر کے کہا "ہر اٹھارہ منٹ کے بعد یہ اعلان دہرایا جا رہا ہے۔ تم ابھی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ شہر کی کیا حالت ہو گی"

"ہاں ـــ" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا "تو کیا ۔ ۔ ۔ نواب شکور خطرے میں ہے"

"یقیناً مجھے خوف ہے کہ کہیں لوگ اس کی کوٹھی پر چڑھائی نہ کر دیں"

"لیکن اس کی حفاظت کے لئے کیا انتظام کیا گیا ہے"

"کوٹھی کے گرد سخت قسم کا پہرہ ہے"

"ٹھیک ہے اور اب تہمینہ نے بھی نواب شکور سے سمجھوتہ کر لیا ہے"

عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"پتہ نہیں کیا چکر ہے" فیاض اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"کل تم دونوں میں کیا باتیں ہوئی تھیں"

"روشی بھی تو موجود تھی۔ اس نے نہیں بتایا"

"بتایا تو تھا۔ مگر وہ نشے میں تھی اس لئے میں کم از کم اپنے کانوں پر اعتبار نہیں کر سکتا"

"کیا بتایا تھا"

"یہی کہ نواب مشکور بھی وہاں موجود تھا۔ جب ہم دونوں پہنچے تھے۔۔۔"

"تب تو وہ یقیناً رہی ہوگی۔ فیاض کے ہونٹوں پر ایک پریشان سی مسکراہٹ نظر آئی"

"مگر سوپر فیاض۔ کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا جس نے پورچ کی سیڑھیوں پر ٹھوکر کھائی تھی"

"کیوں ہے۔ ہاں دیکھا تھا" فیاض بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اس کی کنگ جارج ففتھ اسٹائل کی ڈاڑھی بھی دیکھی تھی"

"ہاں۔ ہاں، کچھ بکو بھی" فیاض جھنجھلا گیا۔

"تو پھر نواب مشکور کس جانور کو کہتے ہیں"

"نہیں" فیاض بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو، بیٹھو۔۔۔ سلیمان" عمران نے کہا "کپتان صاحب کے لئے چائے لاؤ"

"چائے کے بچے میں تمہیں مار ڈالوں گا" فیاض دانت پیس کر اسے گھونسہ

دکھاتا ہوا بولا۔

"ایسے نہیں مروں گا، سوپر فیاض۔ پہلے بیٹھ جاؤ۔ اپنے حواس درست کرو۔ آنکھیں ذرا نشیلی بناؤ۔۔۔ پھر میری طرف اس طرح مسکرا کر دیکھو کہ میں اٹھ کر پانی پینے بھی نہ جاؤں"

"عمران خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ"

"میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ سوپر فیاض"

"مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں"

"جو کچھ میں بتاؤں گا تم کبھی نہیں کرو گے"

"تم اگر کہو کہ میں سڑک پر کھڑا ہو کر گدھوں کی طرح چیخوں تو یہ کیسے کر سکوں گا"

"نہیں۔ تم ان چاروں لیڈروں کو حراست میں لے لو"

"ان پاگلوں کو"

"ہاں ان پاگلوں کو"

"یار عمران۔۔۔ کیوں ہے"

"میں قطعی سنجیدہ ہوں، سوپر فیاض۔ ان چاروں کو حراست میں تو لے لو"

"یہ ایک مشکل کام ہے۔ حکومت پہلے ہی اعلان کر رہی ہے کہ وہ کوئی غیر جمہوری طریقہ نہیں اختیار کرے گی"

"حالات کا صحیح ادراک نہ تمہیں ہے نہ حکومت کو"

"لیکن تم یہاں اس سڑے سے فلیٹ میں بیٹھ کر شیخیاں بگھار رہے ہو" فیاض جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"تم شوخیاں بگھارو کپتان فیاض۔ اگر میں یہیں شہید نہ ہو جاؤں تو مجھے باقاعدہ گولی مار دینا۔ ویسے اگر تم ان پاگلوں کو حراست میں نہیں لے سکتے تو اب یہاں سے دفع ہو جاؤ۔۔۔ ورنہ میں تم پر فلٹ کی پچکاری مارنا شروع کر دوں گا۔"

"لیکن تم یہ مشورہ کیوں دے رہے ہو؟"

"کیونکہ انہیں یا تو پولیس کی حراست میں ہونا چاہیے یا پاگل خانے میں۔"

"میں وجہ معلوم کئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔"

"وجہ معلوم کر لو تب بھی تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جب تم نواب شکور کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تو۔۔۔"

"پھر وہی نواب شکور۔"

"ہاں۔ حقیقتاً نواب شکور ہی ان مصیبتوں کی جڑ ہے۔"

"یعنی۔۔۔ اب تہمینہ۔"

"ہاں۔ اب تہمینہ تم سے شادی کر لے گی۔" عمران چڑ کر بولا۔ "آخر تمہارے سر پر تہمینہ اس بُری طرح کیوں سوار ہے۔"

"تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اگر سمجھ میں آنے لگیں تو تم بھی اسی مڑے ہوئے فلیٹ میں رہنا شروع کر دو۔ لہٰذا سمجھ میں نہ آئیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

فیاض کچھ نہ بولا سلیمان چائے کی ٹرے میز پر رکھ رہا تھا۔ اس نے اشارے سے عمران کو بتایا کہ پرائیویٹ فون پر کسی کی کال ہے۔

"میں ایک منٹ میں آیا' فیاض۔ ذرا باتھ روم تک جاؤں گا۔" عمران

اٹھتا ہوا بولا۔

پھر وہ اس کمرے میں آیا جہاں پرائیویٹ فون تھا۔

"ہیلو۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"صفدر اسپیکنگ سر۔"

"اوہ۔ کیا خبر ہے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں بغاوت نہ ہو جائے۔ پاگل کتوں نے شہر میں بڑی ابتری پھیلا دی ہے۔ اس وقت تک پچیس وارداتوں کی رپورٹیں مل چکی ہیں اور رومالوں کی کہانی ہر ایک کی زبان پر ہے۔"

"تو بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

"جی ہاں جناب! اکثر جگہوں پر تنویر چوہان اور نعمانی نے لوگوں کو مشورے کرتے ہوئے سنا ہے۔ اسکیم یہی ہے کہ نواب شکور کے محل کے گرد حصار ڈالنے والے فوجیوں سے بھی نپٹ لیا جائے اور پھر محل میں چاروں طرف سے آگ لگا دی جائے۔"

"اوہ۔ تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔"

"حالات یہی کہہ رہے ہیں جناب۔"

"مجھے بڑا افسوس ہوگا اگر نواب شکور جل کر مر گیا۔ اسے وہاں سے زندہ نکال لاؤ۔ ہر قیمت پر، خواہ کچھ ہو۔"

"چاروں طرف فوج کا پہرہ ہے جناب۔"

"اس کے باوجود بھی تم اندر پہنچ سکو گے۔ تدبیر میں پہلے ہی سوچ چکا ہوں کمانڈر انچیف کا جھنڈا استعمال کرو۔ مسلح کار تمہیں ہیڈ کوارٹر سے مل جائے گی۔ اس پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا ہوگا۔ ہاں وہ کار تم کہاں چاہتے ہو؟"

"وہ . . . کیوں نہ وہیں جہاں ہم ہیں۔"

"ٹھیک ہے خاور سے کہو کہ وہ اپنے چہرے میں صرف گھنی اور اوپر کو چڑھی ہوئی مونچھوں کا اضافہ کر لے۔ اس طرح وہ دور سے کمانڈر انچیف ہی معلوم ہوگا۔

"اوہ — جی ہاں . . . قطعی۔ میں تصور میں اسے کمانڈر انچیف ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

"بس تیار ہو جاؤ آرمڈ کار پہنچ جائے گی تم اسے نہایت اطمینان سے محل کے اندر لیتے جاؤ گے کوئی بھی حارج نہ ہوگا۔ لیکن دیکھو کار پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا ضرور موجود رہے اور نواب شکور کو باہر لانے کے لئے جو تدبیر مناسب ہو اختیار کرنا۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔"

"اس اعتماد کے لئے میں شکر گذار ہوں جناب"

"بس" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور دوبارہ کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

"ہیلو — کرنل شمشاد — ایکس ٹو پلیز . . ." اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ایک آرمڈ کار چاہیئے۔ جس پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا موجود ہو۔ یہ کار جیل روڈ کے کراسنگ پر پہنچنی چاہیئے۔ جی ہاں شکریہ۔ پچیس منٹ کے اندر اندر . . . بہت بہت شکریہ۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے پھر اس کمرے میں آگیا جہاں کیپٹن فیاض اس کا منتظر تھا۔

اس نے چائے شروع کر دی تھی اور کچھ اس انداز میں پی رہا تھا جیسے چائے دانی میں چائے کی بجائے عمران کا خون رہا ہو اور سلیمان قریب ہی

کھڑا ہوا اسے بتا رہا تھا کہ یہاں اس فلیٹ میں رات کو مچھروں کی فوج کس طرح یلغار کرتی ہے۔

عمران نے بھی بیٹھ کر چائے انڈیلی۔ سلیمان اسے دیکھتے ہی کھسک گیا۔ شاید وہ اسی لئے یہاں موجود تھا کہ فیاض کو باتوں میں لگائے رہے۔

"اچھا فیاض" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں اب یہ کھیل ختم کرنے جا رہا ہوں — کیا تم اس کا ڈراپ سین دیکھنا پسند کرو گے۔

"تم کون ہوتے ہو کھیل ختم یا شروع کرنے والے . . . یہ معاملہ . . ."

"ٹھہرو۔ تمہیں اس پر افسوس نہ ہونا چاہیئے کہ سرکاری نمک خوروں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ افسوس کر کے کرو گے بھی کیا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم لوگ اپنی حدود سے قدم نہیں نکالتے۔"

"تم ہمیشہ سرکاری افسروں کے معاملات میں دخل انداز ہوتے رہتے ہو۔ یقین جانو کہ کسی دن تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔"

"اچھا کیپٹن فیاض اب میں کھیل ختم نہیں کروں گا۔"

"تم جہنم میں جاؤ۔" فیاض اٹھ گیا۔

عمران نے اس بار اسے بیٹھنے کو نہیں کہا۔ لیکن یہ ضرور کہا کہ وہ اس وقت حقیقتاً اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

"شکریہ۔" فیاض برا سا منہ بنا کر بولا۔ "مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ عمران کو اس کے اس رویئے پر حیرت تھی وہ حقیقتاً اس وقت اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اور شاید اس کے قول کے مطابق کھیل بھی آج ہی ختم ہو جاتا۔ اس وقت تک کیس کی باگ

سے باریک رگ بھی عمران کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ اس نے عمران کی حیثیت سے بھی بہت کچھ دیکھا سنا تھا اور سیاسی لیڈر شمشیر آزاد کی حیثیت سے بھی۔ بس بکھری ہوئی کڑیوں کو یکجا کرنا باقی رہ گیا تھا۔ وہ اس وقت ہو گیا۔ یہ رات اور اس میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات بہت اہم تھے۔

وہ چائے ختم کر کے پھر اسی کمرے میں چلا گیا۔ جہاں پرائیویٹ فون تھا۔

•

کیپٹن فیاض بھی نرا گھامڑ ہی نہیں تھا اسے یقین تھا کہ عمران کو جو کچھ بھی کرنا ہے آج ہی کر گذرے گا۔ پھر عمران سے گفتگو کرنے کے بعد اس کے اس خیال کی تائید بھی ہو گئی تھی۔ مگر وہ بھی یہ جانتا تھا کہ عمران خود اس کی دال ہرگز نہ گلنے دے گا بلکہ اسے انگلیوں پر نچاتا ہوا اپنا الو سیدھا کر کے راستہ لے گا۔ پہلے بھی کئی بار وہ ایسی ہی حرکتوں کر چکا تھا۔

لہٰذا آج کیپٹن فیاض نے اپنا الو سیدھا کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ عمران کے فلیٹ سے نکل کر اس کار میں آ بیٹھا، جو فلیٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑی تھی۔ فلیٹ کی پشت والی گلی میں اس کا ایک ماتحت انسپکٹر زاہد موجود تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی کار میں بیٹھا رہا اور کار وہیں کھڑی رہی۔

پھر یک بیک کار میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آواز آنے لگی "میں اس کا تعاقب کر رہا تھا جناب وہ موٹر سائیکل پر ہے اور اس وقت ہم دونوں حامد روڈ سے گذر رہے ہیں"

فیاض نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ ٹرانسمیٹر سے برابر آواز آ رہی تھی "ہم حامد روڈ ہی پر جا رہے ہیں۔ آپ منٹو روڈ کے چوراہے سے زبیدی اسٹریٹ میں مڑ جاتے"

فیاض اس وقت منور روڈ کے چوراہے سے قریب ہی تھا۔ اس نے اپنی کار زبیدی اسٹریٹ میں موڑ دی۔ ٹرانسیٹر سے آواز آرہی تھی ہم سیدھے جارہے ہیں۔ اوہ ... دیکھئے وہ کلیٹن اسٹریٹ میں مڑ گیا ... جلدی کیجئے جناب ...۔"

"میں زبیدی اسٹریٹ سے حامد روڈ پر نکل آیا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔" فیاض نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔ ابھی ہم کلیٹن اسٹریٹ ہی میں ہیں۔ ارے ... وہ ایک پتلی سی گلی میں مڑ گیا۔ اب بتائیے، میں آپ کو کیسے راستہ بتاؤں۔ میں بھی اسی گلی میں مڑ رہا ہوں یہاں کئی گلیاں ہیں۔ پتہ نہیں ہم دونوں کس گلی میں مڑے ہیں۔"

"تم گدھے ہو۔" فیاض جھلا کر چیخا۔ "وہ تمہیں الو بنا رہا ہے۔ تمہیں تعاقب کرنے کا بھی سلیقہ نہیں ہے۔ وہ محض یہ معلوم کرنے کے لئے گلیوں میں مڑ رہا ہے کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

"ج — جی ہاں" دوسری طرف سے مردہ سی آواز میں کہا گیا۔ پھر یک بیک کہا گیا "ہم پھر سڑک پر آگئے۔ یہ گریشم روڈ ہے۔ اوہ موٹر سائیکل ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی ہے۔ ارے۔ یہ تو شہاب فکری کی کوٹھی ہے۔"

"اچھا — اچھا اب تم باہر ہی ٹھہرنا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ عمران ہی تھا۔"

"جی ہاں۔ مم۔ مگر میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ میں تھا۔ فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکی ہوئی تھی اور کوٹ کے کالر

اٹھے ہوئے تھے۔ وہ عمران ہی کے فلیٹ سے برآمد ہوا تھا جناب۔"

"خیر میں دیکھوں گا۔ تم وہیں ٹھہرو۔"

فیاض نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ مگر وہ اب بھی اپنے ماتحت پر دانت پیس رہا تھا۔ جلد ہی وہ گریشم روڈ پر پہنچ گیا۔ اسے دوسری کار شہاب فکری کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر نظر آئی۔ فیاض اپنی کار بھی ادھر ہی لیتا چلا گیا۔

"وہ اندر ہی ہے جناب" انسپکٹر زاہد اس کی کار کے قریب آکر بولا۔

فیاض کار سے اتر آیا تھا۔

"یہ شہاب فکری کی کوٹھی ہے۔ مگر یہاں کون ہوگا۔ میں نے تو سنا تھا کہ اس کے اعزہ اسے کہیں اور لے گئے ہیں۔"

"نہیں جناب وہ چاروں پاگل شہر ہی میں ہیں۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں۔"

"کبھی نہیں بتایا تم جھوٹے ہو۔" فیاض کو غصہ آگیا۔ "میں نے تو ان لوگوں کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ یہاں کتنے آدمی رہتے ہیں۔"

"صرف شہاب اور اس کا بھائی۔ دو ملازم ہیں۔ شہاب کا بھائی اس کی دیکھ بھال کے لئے آیا ہے۔ ورنہ پہلے صرف شہاب تنہا رہتا تھا۔"

"آؤ۔" فیاض کوٹھی کی طرف بڑھتا ہوا بڑبڑایا۔ "پتہ نہیں وہ یہاں کیا کرنے آیا ہے۔"

کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا۔ اور اس طرف کی ساری کھڑکیاں بھی تاریک

پڑی تھیں۔ وہ بائیں بازو کی طرف نکل آئے۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔ مگر ایک عقبی کھڑکی میں انہیں روشنی نظر آہی گئی۔ وہ دونوں تیزی سے اس کی طرف بڑھے مگر وہ بے آواز چل رہے تھے۔

یہ ایک بڑے کمرے کی کھڑکی تھی۔ کمرے میں انہیں دو آدمی نظر آئے۔ ان میں سے ایک آدمی اپنے سامنے بوتل اور سوڈے کا سائفن رکھے شراب پی رہا تھا اور دوسرا آدمی خاموش بیٹھا تھا۔ دوسرے آدمی کو پہچاننے میں انہیں دشواری نہیں ہوئی۔ یہ شمشیر آزاد تھا۔ کیپٹن فیاض اسے استقلال پارٹی کے کئی جلسوں میں دیکھ چکا تھا۔

"دوسرا کون ہے" فیاض نے آہستہ سے پوچھا۔

"شہاب کا بھائی"

"تم بکواس کر رہے ہو میرے خدا یہ تو وہی ہے"

"کون"

فیاض کچھ نہ بولا۔

دفعتاً اندر سے شمشیر آزاد نے کہا "اچھا اب میں چلوں گا صرف شہاب صاحب کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا"

"یہ بہت بری بات ہے مسٹر آزاد کہ آپ پیتے نہیں ہیں کچھ دیر تو اور بیٹھیے۔ صاحب اوپر آرام کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید اب وہ کبھی صحیح الدماغ نہ ہو سکیں۔ ویسے ان کے معالج تو بہت اطمینان دلا رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اچھے ہی ہو جائیں۔ کیا میں اوپر جا کر انہیں دیکھ سکتا ہوں"

"نہیں انہیں نہ جگائیے مسٹر آزاد۔ ۔ ۔"

"اور اگر وہ قتل کر دیئے گئے ہوں تو۔ ۔"

"کیا مطلب" وہ چونک پڑا۔ اور ٹھیک اسی وقت ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بائیں جانب والے دروازے سے آیا تھا۔ فیاض اس پر نظر پڑتے ہی بری طرح چونکا آنے والے کی آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک تھی مگر فیاض تو صرف اس لئے چونکا تھا کہ اس کی ڈاڑھی کنگ جارج ففتھ کی سی تھی۔

"آپ کی تعریف" شمشیر آزاد نے پوچھا۔

"میری تعریف" آنے والا ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا مسکرایا "میرا خیال ہے کہ آپ ایک بار مجھ سے مل چکے ہیں۔ مسٹر عمران"

"ارے باپ رے" آزاد بلبلانے کے سے انداز میں بولا۔ اور فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ اس بار عمران نے اپنے مخصوص احمقانہ لہجے میں یہ جملہ ادا کیا تھا۔

"خبردار چپ چاپ کھڑے رہنا" فیاض نے آہستہ سے کہا "آج میں اس کی حجامت بنتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ویسے اب یہ دونوں بچ کر کہاں جائیں گے۔ کیا تم ڈاڑھی والے کو پہچانتے ہو"

"نہیں" انسپکٹر زاہدی نے جواب دیا۔

"یہ نواب مشکور ہے اور دوسرا وہی غیر ملکی جاسوس ہو سکتا ہے۔ جس کا فائیل عرصے تک میرے پاس رہا ہے۔ میں نے صدہا بار اس کی تصویر دیکھی ہے مگر پہلی نظر میں نہیں پہچان سکا تھا"

اندر ڈاڑھی والا عمران سے کہہ رہا تھا "کیا تم میرے خلاف کوئی

کارروائی کرنے کے لئے یہاں سے نکل سکو گے۔"

"ہرگز نہیں اب تو میرا یہاں سے جنازہ ہی جائے گا۔"

"جنازے کی جھنجھٹ میں کون پڑے گا۔" ڈاڑھی والے نے خشک لہجے میں کہا۔ "ابھی تک میں صرف کتوں ہی پر تجربات نہیں کرتا رہا۔ میں تمہیں ربڑ جوڑنے کے سلیوشن میں بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔"

"اور اگر اس سلیوشن میں شکر بھی ملا دی گئی تو وہ عمران کی جیلی کہلائے گی۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"خیر ہاں۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے خلاف کتنے ثبوت فراہم کر لئے۔" ڈاڑھی والے نے کہا۔

"ابھی تو ایک بھی نہیں۔ تم بہت چالاک ہو مشکل ہی سے ہاتھ آؤ گے مگر آج یہ معلوم ہو گیا کہ شاید تمہیں بھی کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے۔ آخر تم نے اپنے محل سے اس وقت نکلنے کی ہمت کیسے کی جب کہ لوگ بھوکے کتوں کی طرح تمہاری تلاش میں ہیں۔"

"میں انہیں کتا ہی سمجھتا ہوں اور کتوں کو اپنا غلام بنانا میری ہابی ہے۔ . . . میں جانتا ہوں کہ بھونکنے ہی والے کتے دُم بھی ہلاتے ہیں۔۔ آج وہ اگر مجھ پر بھونک رہے ہیں تو کل میرے پیچھے دم بھی ہلائیں گے۔"

"بالکل صاف بات ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں اصل الوس ہوں۔۔ کھانسی بخار کے لئے بیحد مفید۔۔ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ارے قصہ بھی ختم کرو۔" دوسرے آدمی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا وہ اب بھی شراب پی رہا تھا۔

"ختم ہی سمجھو۔" ڈاڑھی والا بولا۔

"ذرا ایک منٹ۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم لوگ مجھے مار ڈالو گے۔"

"نہیں میں تمہیں ایک غزل سنا کر رخصت کر دوں گا۔ تاکہ تم باہر جا کر میرے لئے پھانسی کا پھندا تیار کرو۔"

"مرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ میری ایک خواہش پوری ہو جائے۔"

"چلو منظور ہے۔" ڈاڑھی والا مسکرایا۔

لیکن ابھی عمران نے اپنی خواہش ظاہر کرنے کے لئے احمقانہ انداز میں پلکیں ہی جھپکائی تھیں کہ ایک آدمی بے تحاشہ اندر داخل ہوا۔ . . اور عمران کے حلق سے ایک ڈری ڈری سی چیخ نکلی۔۔۔ "بھ بھ۔۔۔ بھوت۔۔۔"

اور کیپٹن فیاض کی حالت تو بیان سے باہر تھی۔ کیونکہ اب اسے ایک ہی شکل کے دو آدمی نظر آ رہے تھے۔ دو ڈاڑھیاں۔ . . جو کنگ نفقد کی ڈاڑھی سے مشابہ تھیں۔ فرق صرف اتنا سا تھا کہ دونوں کے لباس مختلف تھے اور ایک کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ بعد میں آنے والا عینک میں نہیں تھا۔

اچانک عینک والے نے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار۔" فیاض باہر سے دھاڑا۔ "تم میرے ریوالور کی زد پر ہو اپنا ریوالور زمین پر ڈال دو۔"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں کوئی ٹھنڈی سی چیز کیپٹن فیاض کی گردن سے آ لگی اور کسی نے آہستہ سے کہا۔ "کپتان صاحب آپ خود اپنا ہی ریوالور

جیب میں رکھ لیجئے۔ جہاں آپ کی ضرورت نہ ہو وہاں آپ کی موجودگی یقیناً گراں گذرے گی۔"

یہی حال انسپکٹر زاہدی کا ہوا . . . دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھین لئے گئے۔

"یہ سیکرٹ سروس کا کیس ہے۔ کیپٹن فیاض۔ ویسے اگر تم صرف تماشا دیکھنا چاہو تو چپ چاپ کھڑے رہو۔ ہم نے آج کی رات عمران دی گریٹ کو کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

فیاض ان دونوں کی طرف مڑا۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی ان پر پڑ رہی تھی۔ وہ دونوں فوجی لباس میں تھے لیکن ان کے چہرے سیاہ نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

عینک والا ریوالور کا رخ عمران کی طرف کئے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اچانک ایک باوردی نقاب پوش دروازے میں نظر آیا۔ اور اس نے اس زور کی لات عینک والے کی کمر پر رسید کی کہ وہ اچھل کر اس آدمی پر جا پڑا جو کچھ دیر پہلے یہاں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

دوسرا ڈاڑھی والا دیوار سے ٹکا کھڑا انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ دونوں اٹھ کر عمران پر ٹوٹ پڑے۔ عمران کے ہاتھ میں واکنگ اسٹک تھی۔ اس کی پہلی ضرب شرابی کے سر پر پڑی۔ اور وہ کسی تناور درخت کی طرح وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ڈاڑھی والا رک گیا تھا۔ اب اس کی آنکھوں پر عینک بھی نہیں تھی۔

"لمبا پلاٹ بنانے والے اسی طرح گڑھے میں گرتے ہیں۔ مسٹر شہاب فکری" عمران نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "نواب فخر اب بھی محفوظ ہیں۔ لیکن استقلال پارٹی کا بیڑہ ہمیشہ کے لئے غرق ہو گیا۔"

اتنے میں چار نقاب پوش کیپٹن فیاض اور انسپکٹر زاہدی کو اندر لائے۔

"ہیلو — سوپر فیاض" عمران چہک کر بولا "میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آج رات کو میں کھیل ختم کر دوں گا۔ میں چاہتا تھا کہ ڈراپ سین تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ لہٰذا تم یہاں موجود ہو۔"

"مگر تم نے جو کچھ بھی کیا ہے ان شریف آدمیوں کے لئے کیا ہے۔" عمران نے نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا "اور یہ شریف آدمی براہ راست محکمۂ خارجہ کو جوابدہ ہیں۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ ان دونوں ڈاڑھی والوں کو تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"شہاب فکری کے چہرے سے ڈاڑھی الگ کر دو" عمران نے کہا اور ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اس کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر تھا۔ شہاب فکری نے بجلی کی سی سرعت سے اسے اپنی پشت پر لاد کر نیچے پٹخ دیا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ لیکن دروازے پر تو تینوں نقاب پوش اڑے کھڑے تھے۔ شہاب فکری ذرا ہی سی دیر میں بے بس ہو گیا اور اس کی مصنوعی ڈاڑھی نوچ ڈالی گئی۔

"آپ تشریف رکھیے نواب صاحب" عمران نے نواب شکور سے کہا۔

"یہ سب کیا ہے" نواب شکور نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ سب آپ کی موت کا سامان ہے۔ . . . کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔"

"تم شاید شمشیر آزاد ہو۔ میں نے کسی اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی تھی۔"

"میں نے چڑیا چڑے کی کہانی نظم کرنے کی کوشش کی تھی۔ نواب صاحب مگر ڈاڑھی کے بغیر گاڑی نہیں چل سکی۔ لہٰذا یہ مختصر سی . . . جی ہاں" عمران اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اوہ۔ مسٹر علی عمران" نواب شکور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں شہاب کرسی پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

"ہاں۔ نواب شکور . . . مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں نے ایک غلط راہ اختیار کی تھی۔ میں نے نہیں اختیار کی تھی بلکہ مجھے غلط راہ پر ڈالا گیا تھا۔ شاید میں غلط راہ پر نہ پڑتا اگر آپ کی شخصیت اتنی پُراسرار نہ ہوتی۔ میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ کے متعلق بعض حیرت انگیز باتیں اکثر سنی تھیں۔ لیکن آپ یقین کیجئے کہ جب تک . . . آہا — ٹھہریئے، شاید . . . وہ آگئی ہے۔ آپ حضرات براہ کرم دوسرے کمرے میں چلے جائیے۔ جلدی کیجئے اور تم شہاب خاموشی سے بیٹھے رہو گے۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ میں کیسا آدمی ہوں اگر تم مر بھی گئے تو مجھے ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی۔"

نقاب پوش بقیہ لوگوں سمیت دائیں جانب والے دروازے سے نکل گئے . . . قدموں کی آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر تہمینہ کمرے میں داخل ہوئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"ارے ۔۔" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور جھپٹ کر شہاب کے قریب آئی۔

"ہاں۔ ہاں۔ دور رہیئے ۔۔۔ آپ کون ہیں ۔۔۔ یہ صاحب اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔" یہ دیکھئے۔" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جواب بھی وہیں پڑا ہوا تھا۔ اور اس کے سر کے نیچے کی زمین سرخ ہو گئی تھی ۔۔۔ شاید سر کی چوٹ گہری تھی۔

"مگر آپ انہیں ان کے کمرے سے کیوں نکال لاتے۔" تہمینہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں کیا کرتا ۔۔۔ محترمہ . . . وہاں اس کمرے میں ان سے اس سے بھی بڑا پاگل پن سرزد ہونے جا رہا تھا۔ اسی لئے میں مجبوراً انہیں اس کمرے میں گھسیٹ لایا . . . یہ نواب شکور بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ خود سوچئے کہ یہ کتنا بڑا پاگل پن ہے۔"

"ختم کرو تہمینہ" دفعتاً شہاب بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہم ہار گئے یہ شمشیر آزاد نہیں بلکہ عمران ہے۔"

"اوہ ۔۔" تہمینہ اپنے ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لا کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اچانک یکے بعد دیگرے کئی فائروں کی آوازیں آئیں اور شہاب اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ تھی اور وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اب بتاؤ۔" اس نے کہا۔ "اب میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میرے

آدمیوں نے خطرے کی بُو سونگھ لی ہے۔"

"پھر اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"سور کے بچے۔" شہاب نے دانت پیس کر عمران پر چھلانگ لگائی۔ لیکن وہ عمران ہی ٹھہرا . . . تہمینہ بلبلا اٹھی۔ کیونکہ شہاب اسی سے آ ٹکرایا تھا اور عمران تو الگ کھڑا ہکلا رہا تھا . . . دو . . . دیکھو یہ کیا شرافت ہے . . . اجی واہ . . . عورتوں سے کشتی لڑتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"

شہاب تہمینہ کو چیختا چھوڑ کر اٹھا ۔۔۔ اور عمران پر ایک کرسی کھینچ ماری۔

"کیوں فرنیچر برباد کر رہے ہو۔" عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ اور کرسی دروازے سے گذرتی ہوئی دوسرے کمرے میں جا گری۔

باہر سے اب بھی فائروں کی آوازیں آ رہی تھیں اور ادھر شہاب دانت پیس پیس کر عمران پر حملے کر رہا تھا۔ عمران اپنی پرانی عادت کے مطابق اسے صرف تھکا رہا تھا۔ خود اس نے ایک بار بھی اس پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن وہ تہمینہ کی طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ اُدھر تہمینہ فرش پر دو زانو بیٹھی ہوئی بے ہوش آدمی کی جیبیں ٹٹول رہی تھی اچانک اس نے اس کی جیب سے ایک پستول نکال کر عمران پر جھونک مارا . . . عمران شاید غفلت میں مار بھی لیا گیا ہوتا۔ مگر تہمینہ نے غالباً اپنی زندگی میں پہلی بار پستول ہاتھ میں لیا تھا . . . گولی عمران کے نہیں لگی۔

اور وہ ہاتھ ہلا کر دھاڑا۔۔ "ارے کیا تم بھی کسی پاگل کتے کا شکار ہو گئی ہو۔"

شاید عمران کا خیال درست تھا۔ وہ حقیقتاً ہوش میں نہیں معلوم ہوتی تھی۔

اس نے دوسرا فائر کر دیا۔ اور شہاب کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اتنے میں عمران کی واکنگ اسٹک تہمینہ کی کلائی پر پڑی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

شہاب فرش پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ عمران نے جھپٹ کر پستول اٹھاتے ہوتے کہا "شہاب تم مرو گے نہیں اطمینان رکھو کیونکہ گولی شاید تمہاری ران میں لگی ہے۔"

تہمینہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑی۔

"ارے بچاؤ۔۔۔" عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اور دو نقاب پوش دوڑتے ہوتے کمرے میں گھس آتے۔ لیکن یہ مضحکہ خیز سچویشن ان کی دلچسپی کا باعث بن گئی اور انہوں نے دور ہی سے ہنسنا شروع کر دیا۔ عمران تہمینہ کے حملوں سے بچنے کے لئے ڈری ڈری سی آوازیں نکالتا ہوا سارے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا اور تہمینہ کے حلق سے گالیوں کا طوفان امنڈ رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ بھی چکرا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

"ہائیں ـــــ یہ کیا ہو گیا" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا "کیا تمہیں شکست ہو گئی۔"

"وہ صرف دو ہی تھے۔ انہیں قابو میں کر لیا گیا ہے" نقاب پوش نے کہا۔

عمران کچھ سوچنے لگا۔

. . . . .

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

●

وہ رات آج بھی شہر والوں کو یاد تھی۔ حالانکہ وہ ہنگامے اب ختم ہو چکے تھے۔ لیکن اسی رات کا ایک ایک واقعہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گیا تھا۔ عوام کس بُری طرح جھلاتے ہوئے تھے اور گلی کوچوں میں کُتے راہگیروں کو بھنبھوڑتے پھر رہے تھے۔ وہ منظر تو بڑا ڈراونا تھا جب بپھرے ہوئے لوگوں نے نواب شکور کے محل پر حملہ کیا تھا۔ فوجیوں کی رائفلیں بھی انہیں روکنے میں ناکام رہی تھیں اور محل میں آگ لگا دی گئی تھی۔ حملہ آور مسلح تھے اور وہ فوج کا حصار توڑ کر محل میں گھستے چلے گئے تھے پھر انہوں نے بڑی تباہی مچائی۔ جو بھی سامنے پڑا اسے گولی مار دی گئی۔ بڑی توڑ پھوڑ ہوئی تھی اور اس کے بعد محل شعلوں کی لپیٹ میں گھرا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ مگر اسی رات کو عمران نے وہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ جسے شاید آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ کسی نے اس کا نام تک نہ لیا ہو۔ اخبارات نے کیپٹن فیاض اور محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس کی مشترکہ کوششوں کو سراہا تھا اور یہ سب کچھ عمران ہی کے ایما پر ہوا تھا۔ حکومت کی طرف سے صرف یہ اعلان ہوا تھا کہ ایک بہت بڑی سازش کا انکشاف ہوا تھا اور وہ لوگ گرفتار کر لئے گئے ہیں، جو

اس کے ذمہ دار تھے۔ نواب شکور بے داغ ثابت ہوتے ہیں۔ ایک غیر ملکی جاسوسوں کا گروہ عرصے سے یہاں سرگرمِ عمل تھا اور یہاں اس کی موجودگی کا صرف یہی مقصد تھا کہ موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر استقلال پارٹی کو برسرِ اقتدار لایا جائے شہاب نگری جس نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا تھا۔ دراصل اس گروہ کا سرغنہ تھا۔

لوگ مزید تفصیلات کے لئے بے چین تھے۔ لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کوئی واضح اعلان نہیں کیا گیا تھا۔

عمران کو اب فرصت ہی فرصت تھی۔ اور کیپٹن فیاض تو آج کل اس پر بُری طرح نثار ہو رہا تھا کیونکہ اس بار عمران نے اس کا حصّہ نکالنے میں فیاضی سے کام لیا تھا۔ سیکرٹ سروس والوں کے ساتھ ہی ساتھ کیپٹن فیاض کی شان میں بھی اخبارات نے کافی قصیدہ خوانی کر دی تھی۔ لیکن اگر عمران یہ نہ چاہتا تو شاید کیپٹن فیاض کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔ بہرحال آج کل وہ عمران سے بے حد خوش تھا اور اپنا زیادہ تر وقت عمران کے فلیٹ ہی میں گزارتا تھا۔ لیکن اس وقت تو اس کے فلیٹ میں نواب شکور بھی موجود تھا، اور عمران کہہ رہا تھا "یہ ایک لمبی داستان ہے نواب صاحب . . جی ہاں آپ کا خیال درست ہے۔ وہ کتے جنہوں نے تین لیڈروں پر حملہ کیا تھا۔ حقیقتاً زہریلے تھے اور ایک خاص قسم کی بُو انہیں حملہ کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ شہاب کی کوٹھی سے وہ سیال بھی کافی مقدار میں برآمد ہوا ہے جس کی بُو کتوں کو جھپٹنے پر مجبور کرتی تھی۔

یہ پلاٹ محض اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس سلسلے میں آپ بدنام کئے جا سکیں لوگوں کی توجہ ان کتوں کے سلسلے میں آپ پر مبذول کرانے کے لئے تھینہ استعمال کی گئی تھی — اور یقین کیجئے محض آپ ہی کی ذات تھی جس نے میری رہنمائی کی — اگر میں صرف آپ کے متعلق چھان بین نہ کرتا تو میری رسائی ان غیر ملکی جاسوسوں

تک ہرگز نہ ہو سکتی تھی۔ جب میں نے آپ کے متعلق بہت زیادہ چھان بین کی تو مجھے معلوم ہوا کہ موجودہ حکومت صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ آپ ہی کی ذہانت موجودہ حکومت کو چلا رہی ہے۔ ساری پالیسیاں آپ ہی مرتب کرتے ہیں اور عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور مجھے اس تفتیش کے دوران میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بڑی طاقت آپ کے بین الاقوامی رجحانات کو پسند نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ استقلال پارٹی کو برسرِ اقتدار لایا جائے۔ بس اتنا معلوم ہوتے ہی خود بخود ساری گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ مجھے وہ رات یاد آتی جب ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک کتا پچنگ پانگ کی میز پر کودا تھا۔ اور میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس آدمی تک پہنچا تھا جس نے اس کتے کو ہلاک کیا تھا۔ وہ آدمی یہی چاہتا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جائے۔ بہرحال ان حالات میں ہر شخص وہی کرتا جو میں نے کیا۔ اسی دوران میں تہمینہ اپنے شبہات کا اظہار کرنے لگی۔ وجہ اس نے یہ بتائی تھی کہ وہ شہاب سے محبت کرتی ہے۔ ان لوگوں کو علم تھا کہ میں اکثر پولیس کے لئے کام کرتا رہتا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اس جال کو پھیلانے کے لئے اور محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کو گھیٹنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ شہاب شاید پاگل پن کے ڈھونگ نہ رچاتا مگر دشواری یہ تھی کہ اس کے بغیر آپکے خلاف پروپگنڈا نہ ہو سکتا۔ کیونکہ پروپگنڈا اسے تہمینہ کے ذریعہ کرانا تھا۔ جو ہر کس و ناکس کو اپنے عشق کی داستان سنا کر آپ کے خلاف اپنے شبہات کا اظہار کرتی۔ شہر کے اونچے طبقے میں پہلے ہی سے شہاب اور تہمینہ کے تعلقات کے بارے میں چہ میگوئیاں ہوتی رہی تھیں۔ بہرحال شہاب بعض اوقات اسی لئے آپ کے میک اپ میں رہا کرتا تھا کہ تفتیش کرنیوالوں کو غلط راستے پر ڈالا جا سکے۔ ان لوگوں کی اسکیم کے مطابق استقلال پارٹی نے

عوام کی زیادہ سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کر لیں اور لوگ آپ کے دشمن بھی ہو گئے۔ شہاب اور اس کے ساتھی یہی چاہتے تھے کہ عوام ہی آپ کو ختم کر دیں اور اگر حکومت سختی کرے تو لگے ہاتھ بغاوت بھی کرا دی جائے۔ اس طرح موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر ایک ایسی حکومت بنائی جائے جو اس بڑی طاقت کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوتی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ پاگل کتے عام آدمیوں پر بھی حملے کرنے لگے ہیں۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب آپ پر ضرور ہاتھ صاف کیا جائے گا۔ لہٰذا میں نے آپ کو محل سے نکالنے کا انتظام کیا۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ شہاب اور اس کے ساتھی یہ بھی جانتے تھے کہ میں ہی تخشیر آزاد ہوں۔ لیکن انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ میں آپ کے پیچھے لگنے کے بجائے خود انہیں کی فکر میں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جس کتے نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ زہریلا نہیں تھا۔ لیکن تھا وہ انہیں لوگوں کا پالتو کتا۔ ورنہ اسے ختم کیوں کر دیا گیا تھا۔ اگر وہ اسے ختم نہ کر دیتے تو شاید وہی کتا مجھے ان کی کمین گاہوں تک بھی پہنچا دیتا۔ ہاں تو وہ لوگ دراصل اتنے پاپڑ اس لئے بیل رہے تھے کہ آپ کے خلاف رائے عامہ خراب کی جا سکے۔ رومال کا قصہ میرے علم میں لا کر وہ مجھے باور کرانا چاہتے تھے کہ وہ کتوں پر کسی قسم کا نیا تجربہ تھا اور ظاہر ہے اس شہر میں نت نئے تجربات کرنے والا آپ کے علاوہ اور کون تھا۔

نواب منکور نے ایک طویل سانس لی اور عمران کو تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ عمران پھر بولا۔ "وہ خوشبودار سیال ایک عجیب و غریب ایجاد ہے جس کی بو پر کتے اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ ہر قسم کے کتوں پر اس سیال کی بو یکساں طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ بعض تربیت یافتہ کتوں ہی کے لئے مخصوص ہو گی۔ لیکن اب یہ خیال

بدلنا پڑا ہے۔

"کیوں" نواب شکور نے سوال کیا۔

"کیونکہ عام آدمیوں میں سے صرف چند لوگ پاگل ہوئے ہیں۔ بقیہ بالکل ٹھیک ہیں ممکن ہے پاگل ہوجانے والوں کو ان کے مخصوص کتوں نے کاٹا ہو۔ ہاں وہ لوگ جو پاگل نہیں ہوتے تھے ان کے بیانات کا لب لباب یہ تھا کہ ان سبھوں نے راہ چلتے ہوئے اپنے لباس میں ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس کی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے مقام پر ان کے لباس میں خوشبو لگائی گئی ہو جہاں بھیڑ رہی ہو اور ان کا بیان ہے کہ حملہ کرنے والے کتے ویسے ہی تھے۔ ویسے میں نے عام کتوں پہ اس کا تجربہ کیا ہے"

"وہ تینوں لیڈر بھی" نواب شکور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ان کا کیس غلط نہیں ہے۔ وہ سچ مچ پاگل ہوگئے ہیں"

نواب شکور کچھ نہ بولا۔ شاید وہ کوئی سوال مرتب کر رہا تھا۔

"بہرحال" عمران کچھ دیر بعد بولا "استقلال پارٹی تو ڈوب ہی گئی"

"ہاں — آں" نواب شکور نے پھر ایک طویل سانس لی اور جیب سے چیک بک نکالی۔

پھر اس نے ایک چیک لکھ کر پھاڑا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"تیس ہزار" عمران نے حیرت سے کہا "مگر کیوں؟ — یہ کیوں؟ نہیں جناب مجھے افسوس ہے۔ میں نے یہ کام محکمہ خارجہ کے لئے کیا تھا اور اس کا معقول معاوضہ وصول کرچکا ہوں۔ لہٰذا یہ رقم میرے لئے قطعی ناجائز ہوگی!"

"یہ تو تمہیں لینے ہی پڑیں گے"

"نہیں جناب" اس صورت میں تو آپ سے زبردستی ہی وصول کرتا۔ اگر آپ کے خلاف میں نے ثبوت فراہم کئے ہوتے یقین کیجئے کہ میں آپ سے پندرہ ہزار وصول کئے بغیر آپ کو پولیس کے حوالے نہ کرتا۔ یاد ہے نا آپ کو آپ نے مجھے چیلنج کیا تھا"

"مجھے یاد ہے" نواب شکور نے مسکرا کر کہا۔

"بس تو آپ جیتنے میں ہارا" عمران دردناک آواز میں بولا۔

نواب شکور نے زبردستی چیک عمران کی جیب میں ٹھونس دیا۔

ختم شد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام